عرفۂ اقتضاء عوارف المعارف الٰہیہ کہ بر انسان
خصوصاً فائض و بر جملہ ممکنات عموماً فائز اند آنکہ
لمعات صدق و اخلاص وقف روشنی قنادیل
حضرت خداوندی گردانند کہ رشحۂ وجود عالم
بلکہ عالم وجود قطرہ ایست از رشحات بحر جود او و ظہور
نور شہودش لامحہ ایست از شہود وجود او منشئ کہ
بیک کلمۂ کن چندین ہزار کلمات حقایق را از
کتاب ذات بر لوح قدرت نگاشت و انسان را
کہ ہم لطیفۂ قلبیہ و ہم صحیفۂ کاملۂ جمعیہ ایست از لطائف
القدس عنایت خویش رسالہ لطیف ساخت
آورد کہ بمحض اولیت از ما و ربوبیت آدم را اول

عوارف معارف الٰہیہ کا جو انسان پر خصوصاً نازل
اور تمام ممکنات پر عموماً فائز ہیں عرفہ مقتضا
یہ ہے کہ صدق و خلوص کی روشنیاں اوس مالک
کے نور تجلیات پر وقف کی جائیں جس کے رشحات
بحر جود سے وجود عالم بلکہ خود عالم وجود ایک قطرہ ہے
اور جس کے نور شہود کا ظہور اوس کے شہود وجود کی ایک
چمک ہے ایسا منشی جس نے کتاب ذات کے
ایک کلمۂ کن سے ہزاروں کلمات حقایق لوح قدرت
پر لکھ دیے اور انسان کو جو لطیفۂ قلبیہ و نیز صحیفۂ کاملۂ
جمعیہ ہے اپنے لطائف القدس عنایت سے ایک
لطیف رسالہ بنایا اور جس کو بمحض اولیت بسبب ربوبیت آدم کیا

بنی آدم گردانید و خلعت خلافت بمودای اِنِّی
جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً بخشید و آخر از ذریات
او انبیاء و اولیا را بمزید عنایت و کرامت مخصوص
کرد و در حجر رعایت و حمایت خود بپرورد و سر آمد همه
که و مه خاتم المرسلین و افضل النبیین را فرموده بر تخت
محبوبیت نشاند و تاج اجتبا بر سر نهاد و طریق تنفیذ
هدایت او بر جن و انس و ملک و ملکوت گشاد و علما
امت او را بمصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل
بخلافت دعوت نبوت بجای انبیا پس آنها نهاد
و دامن همت این پاکبازان را از لوث اغراض
دنیه و دنیویه پاک افشاند از ینجاست که دست همت
ایشان از نعمت کونین کوتاه است و پای طلب در
راه ایشان مانند سیاحان بیدای طریقت و سباحان
دریای حقیقت و از فرط رحمت بر همه حرکات و سکنات
از جوارح و جوانح ایشان نقیبی از نقبای حشمت خود
برگماشت و بطریق تزکیه و تصفیه نفوس و قلوب
ایشان را از ملابس صفات انسلاخ فرمود و خلعت وجود
باقی بر بدن ایشان بدل آن راست نمود و صلوٰة
که اثر آن در آجل و عاجل بماند سزاوار بارگاه سیدست

ابو البشر کیا اور خلعت خلافت بمصداق اِنِّی جَاعِلٌ[1]
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَة بخشا اور آخر مین اون کی اولاد
سے انبیاء و اولیاء کو بزیادتی عنایت و کرامت مخصوص
اور اپنے آغوش رعایت و حمایت مین پرورش کیا
اور سب کا سردار خاتم المرسلین افضل النبیین کو فرما کر
تخت محبوبیت پر بٹھایا اور بزرگی کا تاج اون کے سر
پر رکھا اور اون کے طریقہ اجراے احکام ہدایت کو
جن و انس و ملائک و ملکوت پر کھولا اور اون کے علماے امت
کو بمصداق اسکے کہ میرے علماء امت انبیاء بنی اسرائیل کے
ایسے ہین انبیاء کا خلیفہ کیا اور ان پاکبازون کی دامن
ہمت کو دنیاوی اغراض مین آلودگی سے پاک رکھا
اسی لیے انھون نے کونین کی نعمتون سے ہاتھ اوٹھایا
اور راہ طلب مین قدم رکھا ہے یہی لوگ میدان طریقت
کے طے کرنے والے اور دریاے حقیقت کے تیرنے والے
ہین اور بکمال رحمت ان کے تمام اعضاء کے حرکات و
سکنات پر اپنے نقباے حشمت سے ایک نقیب مقرر
کیا اور تزکیہ و تصفیہ سے انکے نفوس و قلوب کو حجابات صفات سے
جدا کیا اور بجاے اُسکے وجود باقی کا خلعت انکو عطا کیا اور درود
درود جسکا اثر جلی ہو اور دیرپا ہے وہ اُس ذات بابرکات کے لائق ہے

[1] مین بنانے والا ہون زمین مین ایک نائب ۔۱۲

کہ تمامہ انبیاء را پیشوائی بحق اوست و جملۂ
اصفیاء را رہنماے مطلق او صلے اللہ علیہ وعلی
آلہ الطاہرین واصحابہ الزاہرین
امابعد بر قاصدان کعبۂ حقیقت و سالکان مسالک
شریعت پوشیدہ نیست کہ کتاب عوارف المعارف
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی در علم عالی
تصوف از متانت عبارت و رزانت اشارت
مشتہر است در عموم کالشمس بین النجوم کہ از غایت
احتیاج محتاج بہ تذکیر و تذکار نیست الحق کہ فتاوٰے
تصوف است و لب لباب شرح تعرف دیباچہ اش
از دقت لغات مشکلہ فہمیدن دشوار تا بہ فہمیدن
خاتمہ اش چہ رسد چون بندۂ احقر مشہور بہ انور
ابن قدوۃ السالکین و عمدۃ العارفین الوحید الفرید
الفقید النذیر خلف سلف الاثر مولانا شاہ علی اکبر قلندر
مدظلہ العالی ابن الشیخ الاکبر آیۃ من آیات اللہ و
معجزہ من معجزات رسول اللہ صاحب مقامات
کشف و عیان داناے احوال اعیان و اکوان
ذو السلسلۃ الازہر مولانا و جدنا شاہ حیدر علی قلندر
نور اللہ ضریحہ المنور و صیر مرقدہ کالظم الاثر و خوشہ چین

جو تمام انبیاء و اصفیاء کی پیشوا اور رہنما ہے خدا کا درود و سلام
آپ اور آپ کی اولاد پاک و اصحاب تابناک پر
اسکے بعد قاصدین کعبۂ حقیقت و سالکین مسالک شریعت
کو معلوم ہو کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی
کتاب عوارف المعارف علم تصوف میں اپنی خوبی
عبارت و عمدگی اشارت سے عام میں ایسی مشہور ہے
جیسے ستاروں میں آفتاب اور بوجہ اپنی غایت احتیاج
کے کسی ذکر و تذکرہ کی محتاج نہیں سچ تو یہ ہے کہ وہ
تصوف کا فتاوے اور شرح تعرف کا خلاصہ ہے جب
اوس کا دیباچہ ہی مشکل لغتوں کی وجہ سے سمجھنا
دشوار ہے تو خاتمہ تک سمجھنے کو کوئی کیا کہے۔
بندۂ احقر مشہور بہ انور ابن قدوۃ السالکین و
عمدۃ العارفین وحید فرید فقید نذیر خلف سلف الاثر
مولانا شاہ علی اکبر قلندر مدظلہ العالی ابن شیخ اکبر
آیت الٰہی و معجزۂ رسالت پناہی صاحب مقامات
کشف و عیان داناے احوال اعیان و اکوان
صاحب سلسلۂ ازہر مولانا و جدنا شاہ
حیدر علی قلندر نور اللہ ضریحہ المنور و
صیر مرقدہ کالظم الاثر و خوشہ چین

خرمن افاضت حضرت قدر قدرت محی الوقت
غوث السالکین غیاث العارفین کاشف اسرار توحید
حافظ اذکار تفرید مولانا و استاذنا شاہ تقی علی
قلندر عطر اللہ مضجعہ المعطر با معان نظر بمطالعۂ این
کتاب بیبرکت نصاب مشرف شد بعضی صدیق
رفیق خواستگار آن شدند کہ ترجمۂ خطبۂ آن بطور شرح
نوشتہ دہم لاجرم بپاس خاطر شان خامہ بدست
آوردہ در مجلسات چند شرح آن حسب استعداد خود
نوشتہ دادم و چون این کتاب مستطاب بلحاظ کثرت
شروح خویش در صرف قلم بسیاری از مشایخ آمد لہذا نام این
رسالہ نخبۃ الصورف فی ترجمۃ خطبۃ العوارف
گردانیدم امید کہ مقبول اخوان باصفا گردد اکنون
شروع بمطلب میکنم و میگویم قال الشیخ السہروردی رح

خرمن افاضت حضرت قدر قدرت محی الوقت
غوث السالکین غیاث العارفین کاشف اسرار
توحید حافظ اذکار تفرید مولانا و استاذنا شاہ
تقی علی قلندر عطر اللہ مضجعہ المعطر نے حسب بغور اس
کتاب برکت نصاب کا مطالعہ کیا تو بعض دوستون
نے یہ خواہش کی کہ خطبہ کا ترجمہ بطور شرح مین
لکھدون لہذا اون کی خاطر سے مین نے قلم اوٹھا کر
اوس کی شرح حسب استعداد خود چند جلسون مین
لکھ ڈالی اور چونکہ یہ کتاب بلحاظ کثرت شروح
بہت سے مشایخ کے صرف قلم مین آئی اسلیے مین نے
اس رسالہ کا نام نخبۃ الصورف فی ترجمۃ خطبۃ العوارف
رکھا امید کہ مقبول اخوان باصفا ہو اب مین مطلب شروع
کرتا ہون اور کہتا ہون کہ حضرت شیخ سہروردی فرماتے ہین

قولہ الحمد للہ العظیم شانہ

جمیع محامد خواہ حمد خالق باشد خود بر ذات خود یا
مخلوق راجع است بسوی خدائی کہ بزرگ است
شان او - باید دانست کہ ارباب صناعت لام
مطلق را دو قسم ساختہ اند یکی اسمی دیگرے حرفی -
اسمی آنکہ داخل شود بر مشتقات کالمصدر والصفۃ المشبہۃ

تمام تعریفین خواہ خدا خود اپنی تعریف کرے یا مخلوق
وہ سب اوسی ذات کی طرف راجع ہین جس کی بڑی
شان ہے - جاننا چاہیے کہ ارباب صناعت
نے لام مطلق کی دو قسمین کی ہین ایک اسمی دوسرا
حرفی اسمی وہ جو مشتقات مثلاً مصدر و صفت مشبہ

بر فعل التفضیل و اسم الفاعل و المفعول کرد ال است
بر ذات شی - و حرفی آنکه برای تعریف و تعیین مدخول
خود موضوع ست و آن بر چهار صنف است اول لام
عہد خارجی که بدان اشارہ کردہ میشود بسوے فرد یا
حصۂ از افراد و حصص آن حقیقت که آن فرد معتبر نزد
مخاطب بود نحو الیس الذکر کالانثی ای لیس
الذکر الذی طلبت امرأۃ عمران کالانثی
التی وهبت لها دوم لام جنس که اشارہ کردہ شود
با آن سوی جنس و طبیعت کقولک الرجل خیر
من المرأۃ یعنی حقیقة الرجل خیر من حقیقة
المرأۃ سوم لام استغراق که اشارہ کند بسوے
حقیقتی بشرط تحقق و شمول آن در ضمن جمیع افراد
نحو اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ چہارم لام عہد ذہنی که اشارہ کند
بسوے حصۂ از حصص حقیقتی که معہود و معتبر میان
متکلم و مخاطب نبود بلکه بطریق احتمال در میان
افراد باشد پس مدخولش در حکم نکرہ باشد نحو و اَخَافُ
اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ پس لام این جا یا برای جنس
است و این ظاہر است یا برای عہد خارجی

وا فعل التفضیل و اسم فاعل و اسم مفعول پر داخل
ہو کہ ذات شے پر دلالت کرتا ہے اور حرفی وہ جو
اپنے مدخول کی تعریف و تعیین کے لیے بنایا گیا ہے اور
اوسکی چار قسمین ہین اول لام عہد خارجی جس سے اوس
حقیقت کے افراد و حصص مین سے اُس فرد و حصہ کی طرف
اشارہ کیا جاتا ہے جو مخاطب کے نزدیک معتبر ہے جیسے
الیس الذکر کالانثی یعنی وہ مرد جس کو عمران کی بیوی[1]
نے مانگا اوس عورت کی طرح نہین ہے جو اوسے بخشی
گئی - دوسرا لام جنس جس سے جنس و طبیعت کی طرف اشارہ
کیا جائے جیسے یہ قول کہ الرجل خیر من المرأۃ یعنی مرد کی
حقیقت عورت کی حقیقت سے اچھی ہے تیسرا لام استغراق جو
کسی حقیقت کی طرف بشرطیکہ اوسکے ثبوت و شمول کے
بضمن کل افراد کے اشارہ کرے جیسے ان الانسان[2]
لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات چوتھا لام عہد ذہنی
جو اشارہ کرے کسی حقیقت کے حصون مین سے اوس حصہ
کی طرف جو متکلم و مخاطب مین معہود و معتبر نہو بلکہ افراد مین
بطریق احتمال دائر ہو تو اوس کا مدخول نکرہ کے حکم
مین ہوگا جیسے و اخاف ان یاکلہ الذئب[3] تو یہان
پر لام یا جنسی ہے جو ظاہر ہے یا عہد خارجی ہے

[1] یا مرد مثل عورت کے نہیں ہے ۱۲ [2] بیشک انسان گھاٹے مین ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ۱۲ [3] اور ڈرتا ہون کہ کھا جاوے اوس کو بھیڑیا ۱۲

مشیر القوله علیه السلام الحمد لله اضعاف

ما حمده جمیع خلقه کما یحبه و یرضاه و این

جا معنی استغراقی مراد گرفتن و باراده استغراق تمام

جنس را که طبیعت کلیه افراد خود است داخل شمردن

مناسب لائق می نماید چه که درین صورت حاصل

معنی فقره چنان خواهد بود که جمیع محامد بجمیع مراتب

از ملک و ملکوت همه عائد باوست زیرا که چون باز گشت

ذوات همه بسوی اوست رجوع صفات و احوال

وغیره من حیث انها عرضیات الذات

بطریق اولی جانب او خواهد بود و این است معنی

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

ما حرم برای او حمد است در هر آن که آمر است در

همه شان و حمد در لغت بمعنی ستودن است و حاصل

مصدرش ستایش و آن چهار چیز می خواهد حامد

و محمود و محمود علیه و محمود به این جا همه موجود اند که بنده

حامد است و خدا محمود و محمود علیه نعمات شامله و

آلات کامله او و محمود به همین عبارت خطبه است

تفصیل این حمد از اهل لغت به عبارات مختلفه آمده

نزد بعضی ثنا است که بر فعل جمیل کسی باشد و نزد

مثل آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کے کہ الحمد للہ اضعاف[۱]

ما حمدہ جمیع خلقہ کما یحبہ و یرضاہ اور یہان استغراقی معنے

مراد لینا اور باراده استغراق تمام جنس کو جو اپنے افراد کی

طبیعت کلیہ ہے داخل سمجھنا مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ

اس صورت مین فقرہ کا مطلب ہوگا کہ تمام محامد کل

مراتب ملک و ملکوت سے اوسی کی طرف عائد ہین کیونکہ

جب تمام ذاتون کا مرجع وہی ہے تو صفات و احوال

وغیرہ کا بحیثیت اونکی عرضیات ذات ہونے کے بھی

مرجع بطریق اولی وہی ہوگا اور یہی اللہ خالق کل شئی و[۲]

الیہ ترجعون کے معنے ہین لہذا اوسی کے لیے ہر وقت

حمد ہے جو تمام شانون مین حاکم ہے اور حمد کے لغوی

معنے تعریف کرنے کے ہین جس کا حاصل مصدر ستایش

ہے جو چار چیزین چاہتا ہے حامد و محمود و محمود علیہ

و محمود بہ اور یہان سب موجود ہین کہ بندہ حامد ہے

اور خدا محمود اور نعمات شاملہ و صفات کاملہ

محمود علیہ اور عبارت خطبہ محمود بہ اور اہل لغت

نے اس حمد کی تفصیل مختلف عبارتون سے

کی ہے بعض کے نزدیک وہ تعریف جو کسی کے

اچھے فعل پر کی جاوے۔ اور بعض کے نزدیک

[۱] حمد اللہ کی ستایش ہے جو تمام خلق نے کی جیسا کہ پسند ہو اور جیسا کہ اوس سے خوش ہو ۱۲

[۲] اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور اوسی کی طرف پلٹتے ہین ۱۲

برخے وصف جمیلی کہ بقصد تعظیم بود و در اصطلاح
فعلے کہ بمقابلۂ نعمت بر تعظیم منعم دلالت کند و ہم
دراین معنی است شکر لغوی و نقیض حمد ذم است
و نقیض شکر کفران والنسبة بین هذه المعانی
عموم من وجہ جائیکہ حمد بمقابلۂ نعمت بر زبان
آرند ہر دو صادق اند و جائیکہ بجوارح دیگر بود
شکر است نہ حمد و جائیکہ بدون مقابلۂ آید حمد باشد
نہ شکر۔ و اَللّٰہ مہموز فاء است در اصل اَلْاِلٰہ بود
بفتح ہمزۂ اول و سکون لام اول و کسرۂ ہمزۂ ثانی
و فتح لام ثانی بعدہ الف و ہا بمعنی معبود حرکت
ہمزۂ ثانی نقل کردہ بما قبل دادند و ہمزہ را حذف
کردند اَللَّاہُ شد بعدہ قاعدہ یافتند کہ دو حرف
صحیح از یک جنس فراہم آمدند لام اول را ساکن
کردہ در دوم ادغام کردند اللّٰہ شد و یا مثال الفاء واو
کہ در اصل اَلْوِلاہ بود بکسر واو مخرفہ واو را بہمزہ بدل
کردند بقاعدہ اشباح بعدہ حرکت ہمزہ نقل کردہ
بما قبل دادند و ہمزہ را حذف کردند اَللَّاہُ شد پس
لام اول را بقاعدہ مذکورہ ادغام کردند اللّٰہ شد و
بعضی گویند لفظ اللّٰہ سریانی است یا عبرانی کہ در اصل

بقصد تعظیم کسی اچھے کی تعریف اور اصطلاح میں وہ فعل جو
بمقابلہ نعمت تعظیم منعم پر دلالت کرے اور اسی معنے
میں لغتاً شکر بھی ہے اور حمد کی نقیض ذم ہے اور شکر
کی کفران اور ان میں نسبت عموم من وجہ ہے جہاں پر حمد
بمقابلہ نعمت بولیں گے وہاں دونوں صادق آویں گے
اور جہاں پر دیگر جوارح سے ہوگی شکر کہیں گے نہ حمد اور
جہاں بلا مقابلہ ہوگی وہاں حمد کہی جائیگی نہ شکر
اور اللّٰہ مہموز فا ہے اصل میں الالٰہ تھا ہمزۂ اول کے
زبر اور لام اول کے سکون اور ہمزۂ ثانی کے زیر اور لام
ثانی کے زبر سے بعد اس کے الف و ہا بمعنی معبود دوسری
ہمزہ کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دیدی اور ہمزہ کو گرا دیا
اللاہ ہوا پھر بقاعدۂ صرفی دو حرف صحیح ایک جنس کے ایک
کلمہ میں جمع ہونے کے پہلے لام کو ساکن کرکے دوسرے
میں ادغام کر دیا اللّٰہ ہوا اور یا لفظ اللّٰہ مثال واوی
جو اصل میں الولاہ تھا واو مخرفہ کے زیر سے بقاعدہ اشباع
واو کو ہمزہ سے بدل دیا پھر حرکت ہمزہ نقل کرکے ماقبل
کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کر دیا اللاہ ہوا پھر پہلے
لام کو بقاعدہ مذکورہ ادغام کیا اللّٰہ ہوا اور بعض کہتے
ہیں کہ اللّٰہ لفظ سریانی ہے یا عبرانی جو اصل میں

لاها بود چون معرب کردند الف را از آخر حذف
کردند و در اول الف ولام آوردند و لام را در لام
ادغام کردند الله گردید و در بیضاوی است که الله
در اصل اله بود پس همزه را حذف کردند و بعوض
او الف ولام افزودند و همین وجه یا الله می گویند
و الف ولام مانع دخول حرف ندا نمی شود مگر اینکه
این اسم شریف مختص به معبود برحق گشته و لفظ الله
بنا بر غلبهٔ استعمال بر معبود برحق مستعمل می شود گو
لغتاً عام الاستعمال است و لفظ الله مشتق است
از اله یاله الهته والوهیته و بعضی گویند که مشتق است
از تاله واستاله و برخی میفرمایند که از اله مشتق
که بمعنی تحیر است و این معنی عمده اند چراکه عقول
در معرفتش حیرانند یا مشتق از الهت الی فلان
بمعنی سکنت الیه واقع شده زیرا که دلهای خلایق
بذکرش مطمئن و به معرفتش ساکن می شوند یا گویند که
که از اله که مستعمل می شود بر وقتیکه کسی فزع کرد
از امری که بر او نازل گشته و آلهه غیره بمعنی اجاره
مستعمل می شود باین وجه که پناه گیرنده در جناب
معبود خویش جزع و فزع می نماید پس اگر معبود حق است

لاہا تھی جب معرب کیا تو الف آخر سے گرادیا اور اول میں
الف ولام لے آئے اور لام کو لام میں ادغام کردیا اللہ ہوا
اور بیضاوی میں ہے کہ اللہ اصل میں الٰہ تھا ہمزہ گرادیا
اور اوس کے عوض میں الف ولام بڑھادیا اسی وجہ سے
یا اللہ کہتے ہیں اور الف ولام حرف ندا کے داخل ہونے
کو مانع نہیں ہوتا مگر یہ نام نامی معبود برحق سے خاص
ہوگیا اور لفظ اللہ بوجہ غلبہ استعمال معبود برحق پہ مستعمل
ہوتا ہے اگرچہ لغتاً عام الاستعمال ہے اور لفظ اللہ
الہ یالہ الہتہ والوہیتہ سے مشتق ہے اور بعض کہتے ہیں کہ
تالہ واستالہ سے مشتق ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ الہ سے
مشتق ہے جسکے معنی تحیر کے ہیں اور یہ عمدہ معنی ہیں کیونکہ
عقول اوس کی معرفت میں حیران ہیں یا الہت الی
فلان سے مشتق ہے جو سکنت الیہ کے معنی میں ہے
کیونکہ خلق کے دل اوسکے ذکر سے مطمئن اور اوسکی معرفت
سے ساکن ہوتے ہیں یا کہیں کہ الہ سے مشتق ہے
جو اوس وقت مستعمل ہوتا ہے جب کوئی اوس بات سے
نالان ہو جو اوس پر نازل ہوئی اور الہ غیرہ اجارہ کے
معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے اس لیے کہ پناہ لینے والا
اپنے معبود سے جزع و فزع کرتا ہے اگر معبود حق ہے

فی الحقیقت او را پناہ میدہد و اگر باطل ست پس بزعم
عابد پناہ می دہد یا مشتق از الٰہ مستعمل در الٰہ الفصیل
کہ قول عرب است ہرگاہ کہ ولع کردہ شود بیاد پس
زعم اشتقاق اللہ ازین الٰہ بدین وجہ کہ عباد مولع اند
بران و عبادت آن۔ و لام درو برائے اختصاص
بمعنی حصر است کذا فی حواشی الکشاف یا بمعنی تعلق
مطلق کذا فی حواشی شرح مختصر الاصول للدوانی و در
اصطلاح اسم ذات واجب الوجود است کہ مستجمع جمیع
صفات کمالیہ است و مبرا از رذائل و اختیار اسمیۂ
جملہ بقصد دوام و استمرار است و تقدیم حمد بر ذات
ازین است کہ او مسند الیہ است در بحث متعلقات
و عامل است در اللہ اصلش حمد اللہ است و این از
مصادر قائمہ مقام افعال است و رفع حمد بقصد
دلالت است بر دوام و استمرار پس او را مرتبہ تقدم
حالا و مآلا است کذا فی اطول شرح مطول للشیخ
عصام الاسفرائینی و نیز میتواند کہ باعتبار تخصیص
باشد یعنی مقام مقام حمد است چنانکہ مذہب صاحب
کشاف است در تقدیم فعل اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ
اگرچہ تقدیم موصوف کہ اللہ است بنظر ذات او اہم بود

تو حقیقتاً اوسے پناہ دیتا ہے اور اگر باطل ہی تو اوسکا
خیال سے پناہ دیتا ہے یا مشتق الٰہ سے ہے جو
الٰہ الفصیل مقولہ عرب میں مستعمل ہے جبکہ اوس سے
فریفتگی ظاہر کیجائے تو الٰہ سے اللہ کے مشتق ہونے کا
خیال اس لیے ہے کہ بندے اوسکی عبادت پر فریفتہ
ہین اور اوس مین لام اختصاص کے لیے حصر کے
معنے مین ہے جیسا کہ حواشی کشاف مین ہی یا بمعنی
تعلق مطلق ہے جیسا کہ حواشی شرح مختصر الاصول
دوانی مین ہے اور اللہ اصطلاحاً اوس ذات واجب الوجود
کا نام ہے جو تمام صفات کمال کی جامع اور برائیون
سے مبرا ہے اور اختیار جملہ اسمیہ بقصد استمرار و دوام ہے
اور ذات پر حمد کی تقدیم اس لیے ہے کہ وہ بحث
متعلقات مین مسند الیہ اور اللہ مین عامل ہے جسکی اصل
حمد اللہ ہے اور یہ اون مصادر سے ہی جو قائم مقام افعال ہین
اور رفع حمد دوام و استمرار پر دلالت کے قصد سے ہے تو اوسکو
مرتبہ تقدم حالاً و مآلاً ہے جیسا کہ اطول شرح مطول شیخ
عصام اسفرائنی مین ہی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باعتبار تخصیص ہو
یعنی مقام مقام حمد ہے جیسا کہ صاحب کشاف کا مذہب تقدیم فعل اقرأ
باسم ربک مین اگرچہ تقدیم موصوف یعنی اللہ بلحاظ اوسکی ذات کی اہم

وشان در صراح است که شان کار وحال یعنی امر
او بزرگ است چنانکه ذات او بزرگ است و امر
او تعظیم عظمت کمالیه است که مخصوصه ذات اوست
زیرا چه جمال با کمال خاص او راست نه غیر او را
بخلاف حمد غیر که او شکر است حمد نیست فَلِلّٰہِ
الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ و این جا از حمد اگر مراد حمد
شاکرین گرفته شود در قریحه ذکیه غالب کرحرج نیست
زیرا چه که حمد شاکرین اعم است و بوفای
عوض اتم کما جاء۔ وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ
وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ و سر
درین باب آنکه جمیع محامد از حمد اوست جمال
او حمایست مر ذات او را اگر نه بودے این ذات
ظاهر نه شدے حمد در عالم کون کما عمه الله تعالیٰ
فی حبیبه صلی الله علیه وسلم چه که حامد و محمود
و محمد اسماء شریفه اویند و او برزخ جامع است
در احدیت و واحدیت و وحدت و کثرت
مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ
لَا یَبْغِیٰنِ۔ لولاه لما ظهرت الربوبیة

اور شان صراح مین ہے کہ شان کار وحال یعنی اوسکا
حکم بزرگ ہے جس طرح اوسکی ذات بزرگ ہے اور اوسی
کے لیے تعظیم عظمت کمالیہ ہے جو اوسکی ذات سے مخصوص
ہے کیونکہ جمال باکمال صرف اوسی کے لیے ہے اور کسی کے
لیے نہین بخلاف حمد غیر جو شکر ہے حمد نہین تو اللہ ہی
کے لیے حمد ہے جو آسمانون اور زمینون اور اہل عالم کا رب
ہے اور یہان حمد سے اگر حمد شاکرین مراد لی جاے تو
کچھ حرج نہین کیونکہ حمد شاکرین اعم و بوفا ہے عوض اتم
ہے چنانچہ وارد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو مین تمکو زیادہ
دونگا اور اگر کفر کروگے تو میرا عذاب بہت سخت ہی اور اسمین
راز یہ ہے کہ تمام تعریفین اوسی کی حمد سے ہین اور اوس کا
جمال اوس کی ذات کے لیے حمد ہے اگر یہ ذات نہ ہوتی
تو عالم وجود مین حمد ظاہر نہ ہوتی جس کو خدا نے اپنے
حبیب صلعم کے لیے عام کیا کیونکہ حامد و محمود و محمد اون کے
نام نامی ہین اور وہ احدیت و واحدیت و وحدت
و کثرت مین برزخ جامع ہین اس ارشاد کے موافق
دو دریا جاری کیے جو باہم ملتے ہین اور اون کے
درمیان ایک برزخ ہے جو اونہین بڑھنے
نہین دیتی اگر وہ نہ ہوتے تو ربوبیت —

والرب والفلك وما عبد المعبود وما
حمد المحمود وما قصد المقصود وما
وجد الموجود. واما عظمت شان پس این
هم اگر خلق نبوی وخلق احمدی وشان او اراده
کرده شود بقیاس قرین راستی است البته بماند
این جا خدشه آن راهم زائل می کنم این که حمد
پیش معتزله بمقابله فعل غیر اختیاریه است نه که اختیاریه
چه که نزد شان مرجعش خود عبد است چنانکه عبد را
خالق آن قرار داده اند حالانکه ارباب بصیرت
و اصحاب خبرت اگر اندکے تعمق کنند این اختلاف
را بجز معارضه لفظیه چیزے دیگر نیابند وکیف
لا یکون کذالك می توانم گفت که قدرت
دادن بالاتفاق نزد هر دو فریق از جانب خدا است
ولا فعل بالوجه الکمال الا لمن له القدرة
هم مسلم است پس کجا ماند اختلاف در معنی دو راز
اختلاف معنی عبارت این گاه آن باشند که عبد
بعد قادر گردانیدن حق سبحانه قادر است بر ایجاد
افعال اختیاریه وقدرت خاصه حق است اجماعاً
ومعتزله منکر آن نیستند وازین هست که استطاعت

اور رب وفلک ظاہر نہ ہوتے اور نہ معبود معبود ہوتا نہ
محمود محمود نہ مقصود مقصود نہ موجود موجود اور عظمت شان
سے بھی اگر خلق نبوی وخلق احمدی اور اونکی شان
مراد لی جائے تو ٹھیک ہو سکتا ہے البتہ یہاں پر ایک
خدشہ رہ جاتا ہے اوسے بھی میں دور کیے دیتا ہوں
وہ یہ کہ معتزلہ کے نزدیک حمد بمقابلہ فعل غیر اختیاری
کے ہے نہ اختیاری کے کیونکہ اونکے نزدیک جیسے اپنے
افعال کا خالق خود بندہ ہے ویسے اوسکا مرجع بھی
خود بندہ ہی ہے حالانکہ سمجھداروں کو تھوڑا غور کرنے
سے یہ اختلاف بجز معارضہ لفظی اور کچھ نہ معلوم ہوگا
اور کیوں ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ قدرت دینا بالاتفاق
خدا کی طرف سے ہے اور فعل بوجہ کمال اوسی کے
لیے ہے جسے قدرت ہے یہ بھی مسلم ہے تو پھر
معنوی اختلاف کہاں رہا اب عبارت کے معنی
یہ ہوئے کہ خدا کے قادر کرنے سے بندہ ایجاد
افعال اختیاریہ پر قادر ہے کیونکہ قدرت بالاتفاق
خدا سے مخصوص ہے اور معتزلہ منکر نہیں
ہیں۔ اسی لیے ان کے نزدیک استطاعت
سه له تا اله عبادت کننده حق تعالیٰ نیست حکمای صاحب اسلام

نزد ایشان سابق است از افعال ونزد اشاعرہ وماتریدیہ ایجاد واقتدار ہر دو برائے حق اند وعبد بیکار از ہر دو فاعرف وانصف

افعال سے سابق ہے اور اشاعرہ وماتریدیہ کے نزدیک ایجاد واقتدار دونون خدا کے لیے ہین اور بندہ دونون سے بیکار ہے۔

قولہ اَلْقَوِیُّ سُلْطَانُہٗ

اقول سلطان بروزن فعلان است بمعنی والی وحجت وقدرت مشتق از سلطنت بمعنی قہر وغلبہ کذا فی المنتخب وقوی بمعنی توانا است غلبۂ او قویست در غالبیت بخلاف غلبہ سلطان عالم امکان کہ او بسبب امکان خویش قوت غلبہ ہم ممکن دارد وفی الواقع ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؛ سلطان الٰہی محیط ہر شی است و اخذ ہر موجود بناصیتہا وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہَا سطوت غیر پیش سطوتش چون مشعل رو برو ے آفتاب پرتوے ندارد و بسان خار وخس پیش گل رنگ وبوئے نیارد آن راشانے دیگر است و این راآنے دیگر والحق ؎

سلطان فعلان کے وزن پر ہے جس کے معنے والی وحجت وقدرت کے ہین اور سلطنت سے مشتق ہے جس کے قہر وغلبہ کے معنے ہین "منتخب" اور قوی بمعنی توانا یعنی اوس کا غلبہ اپنی غالبیت مین قوی ہے بخلاف دنیاوی بادشاہون کے جن کی قوت غلبہ بھی بوجہ امکان ممکن ہے اور واقعی عالم پاک سے خاک کو کیا نسبت سلطان الٰہی ہر شے کو محیط اور ہر موجود پر قادر ہے۔ کوئی زمین پر چلنے والی چیز ایسی نہین جس کی پیشانی وہ نہ پکڑے ہو غیر کی سطوت اوس کی سطوت کے روبرو مشعل وآفتاب کی طرح ہے یا جیسے کوڑا پھول کے مقابلے مین اوس کی شان ہی اور ہے اور اوس کی آن ہی دوسری ؎

جلوہ اش ہر دم بشانے دیگر ست
ہر کسے را زو بیانے دیگر ست

اوس کا جلوہ ہر گھڑی نئی شان سے ہے۔
اور ہر شخص کا اوس کی صفت مین نیا بیان ہے

قوله الظاهر احسانه

اقول یعنی احسان او ظاہر است محتاج
باستدلال نیست و ظہورش زیادہ ازین چہ
خواہد بود کہ خلق را از بطون بعالم ظہور آوردہ
خود را بلباس تقید پوشید و با این ہمہ پوشیدگی
آشکار است و با این ہمہ آشکارائی پوشیدہ
کہ خلایق از ادراک ذات او عاجز اند و اگر در
متون[1] بطون رقم ظہور نمی پذیرفت شرح حال
یکے از ممکنات ممکن نمی شد۔ و اگر بہ مکتب ظہور
درس نمیداد ہمہ جاہل می بودند و نزول قرآن
فائدہ نمی بخشید پس این ہمہ احسان اوست
والاحسان ان تعبد الله كانك تراه
وان لم تكن تراه فانه يراك۔ و حاصل این
دوام حضور بذات الٰہی و انجذاب حسی و روحی
و ذوق و شوق و جمعیت قلبی است و استغراق
در شہود خود و علم الیقین باین کہ ہمہ شی کہ نسبت
از وجود و عقل وغیرہ ہمہ نعمت اوست

یعنی اوس کا احسان ظاہر ہے کسی دلیل کا محتاج
نہین اس سے زیادہ اوس کا ظہور اور کیا ہوگا کہ
خلق کو عالم بطون سے عالم ظہور مین لایا اور خود
بلباس تقید چھپ گیا اور اس قدر چھپ جانے پر
بھی ظاہر اور ظاہر ہونے پر پوشیدہ ہے کہ خلق اوسکی
ادراک ذات سے عاجز ہین اگر متون[1] بطون مین
وہ رقم ظہور نہ فرماتا تو کسی ممکن کی شرح حال نہ ہو سکتی
اور اگر مکتب ظہور مین درس نہ دیتا تو سب جاہل رہتے
اور نزول قرآن کا کوئی فائدہ نہوتا تو یہ سب اوس کا
احسان ہے اور احسان کے یہ معنے ہین کہ اللہ کی عبادت
یون کرو گویا تم اوسے دیکھتے ہو اور اگر تم نہین دیکھتے تو
وہ تم کو دیکھتا ہے جس کا حاصل دوام حضور اور انجذاب
حسی و روحی و ذوق و شوق و جمعیت قلبی اور اپنے
شہود مین استغراق ہے اور اس کا علم الیقین کہ تم مین
جو چیزین عقل وغیرہ پائی جاتی ہین یہ سب
اوس کی نعمت ہے۔

قوله الباهر حجته وبرهانه

اقول باہر بکسر ہا بمعنی روشن و ظاہر کذا فی المنتخب

باہر بکسر ہا بمعنے روشن و ظاہر ۱۲ منتخب

[1] متون جمع متن ۱۲

وبرہان بمعنی غلبہ بر خصم کردن لے غالب است
دلیل او بر ہر حجت وبرہان زیراکہ وجود ہر شے
ناطق است بر عظمت موجد سے باین ایجاد و
بغلبہ حجت وبرہان او ہمہ بزبان حال وقال
معترف اند وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ وچنانکہ
برائے او حجت وبرہان است برائے خروج
از نفس و عصیان ورجوع باعتراف آن ہست
کہ بار ہا اقرار و امنت و احسان نشان است و
مارا اقرار عبودیت از زبان و ایقان بالجنان

اور برہان دشمن پر غلبہ کرنا یعنی اوس کی دلیل ہر
حجت وبرہان پر غالب ہے کیونکہ ہر شے کا وجود
عظمت موجد پر بوجہ اوس ایجاد کے ناطق ہے اور
اوس کے غلبہ حجت وبرہان کی تمام حال وقال
کی زبانین مقر ہین اس ارشاد کے موافق کہ اگر
تم اونسے پوچھوگے کہ آسمان وزمین کس نے پیدا
کیے تو وہ کہین گے کہ اللہ نے اور جسطرح اُسکے لیے حجت
ودلیل ہے ویسے ہمین بھی نفس سے نکلنا اور گناہون
سے توبہ اور اسکا اقرار کرنا چاہیے کہ اُسکا کام عنایت و احسان
ہے اور ہمارا کام زبان سے عبودیت کا اقرار اور قلب سے یقین ہے

قوله المحتجب بالجلال

اقول محتجب اسم فاعل است از احتجاب یعنی پردہ
گرفتن یعنی پردہ گیرندہ است از جلال خود بر
ذات خویش لطیفہ توان دانست کہ اطلاق
احتجاب برحق سبحانہ صحیح است نہ حجب زیراکہ محجوب
آنکہ حجابش از خارج باشد. ومحتجب آنکہ حجاب او
از نفس خود بود پس صفات واجب پردۂ ذات واجب
شدند والا یلزم الاستکمال بالغیر وسیاق
عبارت این است الذی دخل فی الحجاب

محتجب احتجاب کا اسم فاعل ہے پردہ کرنے کے معنے
مین یعنی اپنے جلال سے اپنی ذات کا پردہ پوش
ہے لطیفہ جاننا چاہیے کہ خداوند تعالی پر احتجاب
کا اطلاق صحیح ہے نہ حجب کا کیونکہ محجوب وہ ہے جسکا حجاب
خارجی ہو اور محتجب وہ جس کا حجاب ذاتی ہو تو صفات
واجب پردۂ واجب ہوسے ورنہ غیر سے کامل
ہونا لازم آتا اور سیاق عبارت یہ ہے کہ وہ ذات
جو بصفت عظمت وجلال اغیار سے حجاب مین

عن الاغیار بصفة العظمة والجلالة
وازینجاست که رویت از متشابهات شد
الاعتقاد بها حق وکیفیتها غیر مدرك
اما عارفین که دایم در تجلی و شهود اند پس متحیر اند
عقول شان در کنه ذات و می گویند که تفکر
این جا مضمحل است پس توسل جستند اوشان
باو از عشق و محبت نه به عقل بلکه عقل را در وصول
حائل پنداشتند والعشق عندهم جنون الٰهی
و باهمدیگر این فرقه معانی ست که در کتب تصوف
باید نگریست

ہو گئی اور اسی لیے رویت میں شبہہ پڑ گیا کہ رویت
کا اعتقاد برحق اور کیفیت غیر مدرک ہے۔ مگر
عرفا جو ہمیشہ تجلی و شہود میں ہیں۔ اور
جن کی عقلیں کنہ ذات میں متحیر ہیں۔ اور کہتے
ہیں کہ تفکر یہاں سست ہے تو اون لوگوں نے
عشق و محبت سے توسل کیا نہ عقل سے بلکہ
عقل کو وصول میں حائل جانا اون کے نزدیک
عشق جنون الٰہی ہے اور اس فرقے نے بہت سے
معانی بیان کیے ہیں جو تصوف کی کتابوں میں
دیکھنا چاہیے۔

قوله المتفرد بالکمال

اقول متفرد صیغهٔ اسم فاعل است از تفرد یعنی
تنها شدن یعنی یگانه است در کمال و کسے باو
شریک نیست چرا که کمال صفت خاصهٔ خالق
و نقص صفت خلق است

متفرد تفرد سے اسم فاعل کا صیغہ ہے یعنی تنہا
رہنے والا یعنی اپنے کمال میں یکتا ہے۔ کوئی
اوس کا شریک نہیں کیونکہ کمال خاص خالق کی
صفت ہے اور نقص خلق کی صفت ہے۔

قوله المرتدی بالعظمة فی الآباد والآزال

اقول مرتدی مشتق من الارتداء بمعنی چادر پوشیدن
آباد جمع ابد که نهایتش نباشد و آزال جمع ازل
فی الصراح بفتحتین دیرینگی و همیشگی یقال هو ازلی

مرتدی ارتداء سے مشتق ہے جسکے معنی چادر اوڑھنے
کے ہیں آباد ابد کی جمع ہے ابد وہ جسکی انتہا نہ ہو اور آزال ازل
کی جمع ہے صراح میں ہے کہ ازل بفتحتین دیرینگی و ہمیشگی کہا جاتا ہے کہ وہ ازلی

وذکر بعض اہل العلم ان اصل ہذہ الکلمۃ
قولہم للقدیم لم یزل ثم نسب الی ہذا
فلم یستقم الا بالاختصار فقالوا یزلی
ثم ابدلت الیاء الفا لانہا اخف فصار
ازلیا کما یقال فی الرمح المنسوب الی ذی یزن
یزنی ازلی وازل آن کہ ابتدایش نباشد یعنی
ملتبس است بہ لباس عظمت وکبریائی چنانکہ
می فرماید الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری
فمن نازعنی فی واحد منہما ادخلتہ
فی النار ولا ابالی وعظمت وکبریائی وازلی است
من حیث الابتداء وابدیست من حیث الانتہاء
وایراد جمع ہر دو برائے تاکید ومبالغہ است در
دیمومیت وتعالے ازلا وابدا وعظمت نوریست
بہ نسبت ذات کہ مشار الیہ بالازار است وتعلقش
با غیر نیست پس عظمت غناء مطلق است وکبریاء
نوریست بہ نسبت غیر کہ مشار الیہ بالرداء است و
مراد از کبریاء استعلاء است فلہ العظمۃ والکبریاء
ولہ العزۃ والبہاء فی الآباد والآزال۔
وسر تقدیم ابد بر ازل آنکہ ابد نہایۃ الشئ فی الوجود

اور بعض اہل علم نے ذکر کیا کہ اس کلمہ کی اصل عرب کا قول
قدیم کے لیے لم یزل ہے پھر جب اسی کی طرف منسوب
کیا گیا تو بغیر اختصار کے ٹھیک نہوا تب اونھون نے
یزلی کہا پھر یاء الف سے بدل دی گئی کیونکہ وہ خفیف ہے
تو ازلی ہوگیا جیسے نیزہ منسوب بہ ذی یزن یزنی کہا
جاتا ہے۔ ازلی وازل وہ جس کی ابتدا نہو یعنی ملبس
بلباس عظمت وکبریائی ہے چنانچہ فرماتا ہے کہ کبریائی
میری چادر اور عظمت میری ازار ہے جو کوئی ان دونوں
میں مجھسے جھگڑیگا اسے مین دوزخ مین ڈالونگا اور کچھ پروا
نہ کرونگا اور اوس کی عظمت وکبریائی من حیث الابتدا
ازلی ومن حیث الانتہاء ابدی ہے اور دونون کی
جمع لانا تاکید ومبالغہ کے لیے ہے ازلا وابدا اسکی
دیمومیت مین اور عظمت ذات کا وہ نور ہے جو مشار الیہ
بہ ازار ہے اور جسکا تعلق غیر سے نہین تو عظمت غناء مطلق
ہے اور کبریا وہ نور ہے جو بہ نسبت غیر چادر سے
مشار الیہ ہے اور کبریاء سے استعلاء مراد ہے تو
اوسی کے لیے عظمت وکبریاء وعزت وبہاء آباد و
آزال مین ہے اور ابد کو ازل پر اس لیے مقدم
کیا کہ ابد نہایت الشئ فی الوجود ——

را گویند و نہایت عبد در وجود حق سبحانہ است یعنی بتحقیق وجود حق در ازل و ابد ست نہ غیر او

کو کہتے ہیں اور بندہ کی انتہا وجود میں حق سبحانہ ہی تو ازل و ابد میں حقیقتاً حق ہی کا وجود ہے نہ کسی دوسرے کا۔

قولہ۔ لَا یُصَوِّرُہٗ وَہْمٌ وَخَیَالٌ وَلَا یَحْصُرُہٗ حَدٌّ وَمِثَالٌ ذِی الْعِزِّ الدَّائِمِ السَّرْمَدِیِّ وَالْمُلْکِ الْقَائِمِ الدَّیْمُوْمِیِّ

اقول۔ باید انگاشت کہ ہر چہ در ذہن آید اگر ہر دو طرفش مساویست آن را شک گویند و اگر راجح است احد الطرفین پس راجح را ظن و مرجوح را وہم خوانند بعد ازان اگر مستقر شد شے در خزانہ پس آن را خیال نامند و خیال قوتیست مرتبہ در موخر تجویف اول از دماغ پیش جمہور و محقق طوسی در شرح اشارات گوید کہ وکان الروح المنصوب فی البطن المقدم ھو آلۃ للحس المشترک والخیال الا ان ما فی مقدم ذلک البطن بالحس المشترک اخص و ما فی موخرہ بالخیال اخص غرضکہ آن صورت حافظ جمیع صور محسوسات است و حافظ تمثیلات بعد غیبت آنہا و خیال خزانہ حس مشترک است و دلیل این قول از شرح قدیم چنین مستفاد میشود کہ مثلاً اولاً صورتے مشاہدہ کردیم باز زمانے غافل ازان ماندیم

جاننا چاہیے کہ جو کچھ ذہن میں آئے اگر اس کے دونوں پہلو برابر ہوں تو وہ شک ہے اور اگر ایک راجح ہو تو وہ ظن ہے اور مرجوح وہم پھر اگر وہ چیز خزانہ میں ٹھہر گئی تو وہ خیال ہے اور جمہور کے نزدیک خیال وہ قوت ہے جو موخر تجویف اول دماغ میں مرتب ہے محقق طوسی شرح اشارات میں کہتے ہیں کہ وہ روح جو بطن مقدم میں رکھی گئی ہے وہی آلہ حس مشترک و خیال ہے مگر یہ کہ جو کچھ اس بطن کے مقدم میں ہے وہ حس مشترک سے اخص ہے اور جو کچھ موخر میں ہے وہ خیال سے اخص ہے غرضکہ وہ صورت تمام صور محسوسات نیز تمثیلات کی ان کے غائب ہونے پر حافظ ہے اور خیال حس مشترک کا خزانہ ہے اور اس کی دلیل شرح قدیم سے یہ پائی جاتی ہے کہ مثلاً پہلے ہم نے ایک صورت دیکھی اور کچھ دنوں اوس سے غافل رہے۔

و بار دیگر مشاهده‌اش کردیم میتوانیم گفت که این
همان شیء بجنسه است اگر آن صورت در یاد محفوظ
نماند در زمان ذهول ممتنع است این حکم کردن و
وهم قوتیست مرتبه در دماغ لیکن آن ارتباط بیشتر
با آخر تجویف اوسط از دماغ دارد و ادراک میکند
معانی جزئیه را که مدرک بحواس ظاهر نشده‌اند و
آن معنی در محسوسات موجود اند همچو قوتیکه در شاة
حاکم است باینکه از گرگ فرار اولی است و
عز و عزت هر دو مترادف اند سرمدی بمعنی دائمی
ملاک بالضم بمعنی معروف و حد در لغت نهایت
شیء را گویند و در اصطلاح منطقیین آنکه مرکب باشد
از اجزاء داخلی یا خارجی و مثال صورت شیء را گویند
معنی آنکه کنه ذات او در تصور و خیال نمی آید و آنچه
که آید وهم و خیال است والله خالق الوهم و الخیال
فکیف لا یکون عنهما المتعال و علاوه بر این
وهم و خیال در معرض زوال است و آن بر وی تعالی
محال که او دائم و قدیم است ٥

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وهم
وز هر چه گفته‌اند و شنیدیم و خوانده‌ایم

پھر دوبارہ اوسے دیکھا تو کہہ سکتے ہین کہ بجنسہ
یہ وہی چیز ہے اگر وہ صورت بزمانہ غفلت ہم مین
محفوظ نہ رہتی تو یہ حکم نہین کیا جا سکتا تھا اور وہم
وہ قوت ہے جو دماغ مین مرتب ہے مگر وہ آخر تجویف
اوسط دماغ سے زیادہ مرتبط ہے اور اون معانی جزئیہ
کا ادراک کرتی ہے جو حواس ظاہر سے ادراک نہین
کیے جاتے اور یہ محسوسات مین بھی ہے جیسے وہ قوت
جو بکری کو بھیڑیے سے بھاگنے کا حکم دیتی ہے اور
عز و عزت دونون کے ایک معنی ہین سرمدی بمعنی
دائمی ملاک بالضم بمعنی مشہور اور حد لغت مین منتہاے
شئے کو کہتے ہین اور منطقیین کی اصطلاح مین وہ جو
اجزاے داخلی یا خارجی سے مرکب ہو اور مثال صورت
شئے کو کہتے ہین معنے یہ ہوے کہ اوسکی کنہ ذات تصور و
خیال مین نہین آتی اور جو کچھ آتی ہے وہ وہمی و خیالی
ہے اور اللہ خالق وہم و خیال ہے وہ کیسے اون سے
بزرگ ہوگا علاوہ اسکے وہم و خیال زوال پذیر ہین اور
زوال واجب محال ہے کیونکہ وہ دائم و قدیم ہے ٥

اے خیال و قیاس و گمان و وہم سے برتر
اور اوس سے بھی جو لوگون نے کہا اور ہم نے سنا اور پڑھا

ولا حدّ له ای لا منتهی له ولا جزء له ذهنًا و
خارجًا کما علم فی الکتب الکلامیة والحکمیة
ومثل نیست مر او را لیس کمثله شیءٌ صاحب
عزت دائم سرمدیست وملکش در کمال جلال قائم
وابدی وخواه معنی این گیرند که دائم در تقیید است فافهم

اوس کی حد یعنی انتہا نہین اور نہ اوسکا ذہنی وخارجی
کوئی جزو ہے چنانچہ کتب حکمت وکلام سے معلوم ہوتا ہے
اور نہ اوس کا مثل ہے کیونکہ اوسکے مثل کوئی چیز نہین
عزت دایم سرمدی ہے اور اوسکا ملک یکسان جلال قائم
وابدی اور خواہ یہ معنی لین کہ ہمیشہ تقیید مین ہے۔

قوله والقدرة الممتنع الادراك كنههما والسطوة المستوعبة عن طريق استيفاء وصفهما

اقول قدرت بمعنی توانائی والسطوة فی الاصل
الصولة والمراد منها القهر واستیعاب در شست داشتن
واستیفاء کامل گرفتن یعنی او قوت حقه پاکست
از حرکت وسکون وخروج ودخول ومادیت وآلیت
وزمان ومکان وسایر ما یحتاج الیه وضد آن عجز
است ورای وجود واجب سه مراتب اند مرتبهٔ
اولی ذات است قطع نظر از صفات ومرتبهٔ ثانیه
صفات جمال که صفات اند درین مرتبه تجلی ذات
در کسوت صفات بود ومرتبهٔ ثالثه قدرت است
ودرین مرتبه فعل ایجاد است وهی تجمیع مراتب
وحدانی الذات والصفات است پس وجود و
ایجاد آنها درین مرتبه است پس دشوار گردید ادراک
کنه قدرت وسطوت او وپاک است از عالم ایجاد او

قدرت یعنی طاقت اور سطوت اصل مین صولت کے
جس سے قہر مراد ہے اور استیعاب کے معنے سمٹ ہونے
اور استیفاء کے کامل لینے کے ہین یعنی قوت حق حرکت
وسکون وخروج ودخول ومادیت وآلیت زمان و
مکان وغیرہ سے پاک ہے اور اوسکی ضد عجز ہے اوس
وجود واجب کے تین مرتبے ہین مرتبہ اول ذات
قطع نظر از صفات مرتبہ دوم صفات جمال جو
صفات ہین اس مرتبے مین تجلی ذات پردہ صفات
مین ہوتی ہے۔ مرتبہ سوم قدرت۔ اسی مرتبہ مین
فعل ایجاد ہے اور یہی تجمیع مراتب وحدانی الذات وصفات
سے تو موجودات اور اون کی ایجاد اسی مرتبہ سے
ہے لہذا اوس کی کنہ قدرت وسطوت کا ادراک دشوار
ہے اور اوس کا فعل عالم ایجاد سے پاک ہے

وفعل او و اسم آنحضرت صلعم نور اوست و حجت و برہان او
وعبد و رسول او و ایجاد عالم بسبب تکوین ازلی است
در عالم قدرت کہ پاک است از تعلق زمان و مکان
و مشار الیہ کن فیکون است بلمح الطرف کہ الطف
از لمح بصر است زیرا کہ بصر اگرچہ در غایت لطافت
است لیکن از اکوان عالم حکمت اشارہ کردہ می شود
بسوے عالم قدرت و در عالم حکمت خلق السموات
والارض فی ستۃ ایام چیزے کہ دران وسعت است
و تعلق بزمان و مکان پس این در ظاہر است
آن در غیب و ہمین ستر معراج است پس حکمت در
قدرت این است و قدرت در حکمت چنین پس
ہر دو دو وصف اند از کمالات وجود واحد و قدرت
عالم وحدت است و حکمت عالم کثرت پس وحدت
در کثرت است و کثرت در وحدت

اور آنحضرت صلعم اوس کے نور و حجت و عبد و رسول
ہین اور ایجاد عالم عالم قدرت مین بوجہ تکوین ازلی
کے ہے جو تعلق زمان و مکان سے پاک ہے اور
کن فیکون کا مشار الیہ ہے بلمح الطرف جو لمح بصر سے
بھی زیادہ لطیف ہے کیونکہ بصر اگرچہ نہایت لطیف ہے
مگر یہان اکوان عالم حکمت سے عالم قدرت کی طرف
اشارہ کیا جاتا ہے اور عالم حکمت مین آسمان و زمین
چھ روز مین پیدا کیے گئے کیونکہ اوس مین وسعت ہے
اور زمان و مکان سے تعلق ہے تو یہ ظاہر مین ہے
اور وہ غیب مین ہے اور یہی معراج کا راز ہے قدرت
مین حکمت ہے اور حکمت مین قدرت وہ تو یہ دونون وجود
حق کے کمالات سے دو وصف ہین۔ قدرت
عالم وحدت ہے اور حکمت عالم کثرت وحدت کثرت
مین ہے اور کثرت وحدت مین۔

قَوْلُهٗ نَطَقَتِ الْكَائِنَاتُ بِأَنَّهُ الصَّانِعُ الْمُبْدِعُ وَاحِدٌ مِنْ صَفَحَاتِ ذَرَّاتِ الْوُجُوْدِ بِأَنَّهُ الْخَالِقُ الْمُخْتَرِعُ

اقول کائنات بمعنی موجودات و مخلوقات اما ایراد
این تخصیص بعد تعمیم دال است بر کمال اظہار ہر یک مر
ربوبیت حق را آرے ہر گیاہے کہ بر زمین روید

کائنات بمعنی موجودات و مخلوقات لیکن تعمیم کے
بعد تخصیص لانا اس کی دلیل ہے کہ ہر چیز سے ربوبیت
حق بخوبی ظاہر ہوتی ہی بیشک جو گھانس زمین سے نکلتی ہے

وحدہٗ لاشریک لہ گویند ۔ مُبدِع صیغہ اسم فاعل ست
یعنے از خود چیزے پیدا کنندہ بلا سبب و مادّہ کذا
فی الکشف میر سید شریف در تعریفات الاشیا
گوید الابداع ایجاد الشیٔ من لاشیٔ وقیل
الایجاد تاسیس الشیٔ عن الشیٔ والخلق
ایجاد شیٔ من شیٔ والابداع اعم من
الخلق ولذا قال بدیعُ السّموٰتِ والارض
وخلق الانسان ولم یقل بدیع الانسان
وقیل ایجاد شیٔ غیر مسبوق بمادۃ ولازمان
کالعقول وھو یقابل التکوین والاحداث
لکونہ مسبوقًا بالزمان وبینھما تقابل
التضاد ان کانا وجودیین وتقابل
الایجاب والسلب ان کان احدھما وجودیا
والاٰخر عدمیا ویعرف ھذا من تعریف
المتقابلین انتھٰی ولاح مشتق از لوح ست بمعنی
روشن و پیدا شدہ کذا فی المنتخب والصراح المخترع
ایجاد کنندہ و کار بیرون آرندہ کذا فی المنتخب و
در نطق جمادات و نباتات اختلاف ست بعضی
منکر اند می گویند کہ مراد از نطق ایشان صدور

وہ توحید کا اقرار کرتی ہے مبدع اسم فاعل کا صیغہ ہے
جسکے معنے از خود بلا سبب و مادہ کوئی چیز پیدا کرنے والے
کے ہین ۱۲ کشف اور میر سید شریف تعریفات الاشیاء
مین لکھتے ہین کہ ابداع شے کا لاشے سے ایجاد کرنا اور
بعض کے نزدیک ایجاد کسی چیز کی دوسری چیز سے
بنیاد رکھنا اور خلق ایجاد شے از شے اور ابداع خلق سے
عام ہے اسی لیے اللہ تعالے نے بدیع السموات
والارض اور خلق الانسان فرمایا اور بدیع الانسان نہ
فرمایا اور بعض کے نزدیک ایجاد شی غیر مسبوق بمادہ و
زمان جیسے عقول اور وہ بوجہ اوسکے مسبوق بالزمان
ہونے کے تکوین و احداث کے مقابل ہے اور ان
دونون مین تقابل تضاد ہے اگر دونون وجودی
ہون اور تقابل ایجاب و سلب ہے اگر ایک وجودی
اور دوسرا عدمی ہو اور یہ متقابلین کی تعریف سے
پہچانا جاتا ہے اور لاح لوح سے مشتق ہے بہ معنی
روشن و ظاہر ۱۲ منتخب و صراح ۔ مخترع ایجاد
کرنے والا ۱۲ منتخب ۔ اور جمادات و
نباتات کے نطق مین اختلاف ہے بعضے منکر
ہین کہتے ہین کہ نطق سے اون کی موجودہ صورت

موجودات ایشان است که دال است بر وجود صانع و
مختار شیخ اکبر این است که ایشان را نطق قولی
هم است و استدلال شان بدین آیه کریمه است
وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا
تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ درمیان است مختار محققین
صوفیه حاصل معنی این که گویا اند مخلوقات تمامها
باین که اوست صانع پیدا آرنده ناپدیدگان و
درخشان است از صفات ذرات وجود این که
اوست خالق و وجود بخشنده موجودات

مراد ہے جو وجود صانع کی دلیل ہے اور حضرت
شیخ اکبر کے نزدیک نطق قولی بھی اونھین سے ہے
اور وہ اس آیت سے دلیل لاتے ہین کہ کوئی چیز
ایسی نہین جو اوس کی حمد نہ کرتی ہو مگر تم اون کی
تسبیح نہین سمجھتے اور محققین صوفیہ کا بھی یہی
مذہب ہے مطلب یہ ہوا کہ تمام مخلوقات اس کی
قائل ہے کہ وہی صانع ہے ناپید کو ظاہر کرنے والا
اور ذرات وجود کے صفات سے یہ بات ظاہر ہے
کہ وہی خالق اور موجودات کو وجود بخشنے والا ہے

قوله وَسَمَ عَقْلَ الْاِنْسَانِ بِالْعَجْزِ وَالنُّقْصَانِ وَاَلْزَمَ فُصَیْحَاتِ الْاَلْسِنِ بِضَعْفِ الْحَصْرِ فِیْ حِلْیَةِ الْبَیَانِ

اقول الوسم بالفتح نشان کردن و عیب و داغ
کذا فی الصراح و فصیحات بروزن فعیلات جمع
فصیحه است مشتق از فصاحت بمعنی کشاده سخن
گفتن و تیززبانی و خوشگوئی کذا فی المنتخب و در
اصطلاح علم معانی خالی بودن کلام از ضعف
الفاظ که زبان زد خلائق نباشند و از ترکیب
کلمات یعنی تراکیب نامانوس و الفاظ ثقیل و
درشت و اجتماع دو حرف از یک جنس که موجب
ثقل است چنانکه جمع علم و صدق قول که دو عین

وسم بالفتح نشان و عیب و داغ ۱۲ صراح۔ اور
فصیحات بروزن فعیلات جمع فصیحہ فصاحت سے
مشتق ہے بمعنی تیز زبانی و خوشگوئی ۱۲ منتخب اور
اصطلاح علم معانی مین کلام کا اون الفاظ
سے خالی ہونا جو عام طور پر زبان زد نہون۔
اور نہ ایسے کلمات سے مرکب ہو جس کی ترکیب
الفاظ غیر مانوس و ثقیل سے ہو یا دو حرف
ایک جنس کے جو سبب ثقل ہین جمع ہون جیسے
جمع علم و صادق قول کہ اس مین دو عین

دو قاف جمع شد نا گذا فی مختصر المعانی الالسن
جمع لسان و آن معروف ست و حلبة بمعنی میدان
یعنی واعذار کرد عقل کامل انسان را که آن عقول
انبیاء و اولیاء است با کمال ادراک و جمال فصاحت
و با عجز موصوف گردانید چنانچه در حدیث آمده
لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ
عَلٰی نَفْسِکَ لیکن با این همه نوازش است که
دوستان را سماط عجز بر جبین نه پسندید و بر زبان
امیر المومنین ابوبکر از العجز عن درک الادراک
ادراک ہمین است سر در این که اسماء الٰہیہ جملہ
توقیفیہ اند وسعت نمی توانند یافت احدے باین که
تسمیہ کند حق سبحانہ را و ثنا کند از نفس خود و با این ہمہ
جملہ خلایق بعقول خویش می شناسند او را و بہ
زبان خود می خوانند او را و قبول می کند دعا
ہر یک را فافہم

و دو قاف جمع ہین ۱۲ مختصر معانی الالسن جمع
لسان بمعنی زبان اور حلبہ بمعنی میدان یعنی عقول
انسان کامل کو جو انبیاء و اولیاء ہین کمال درک
وجمال فصاحت کے با وجود داعذار اور عجز سے
موصوف کیا حدیث ہین ہے کہ لا احصی ثناء[1]
علیک الخ۔ لیکن پھر بھی یہ نوازش ہے کہ
دوستون کی جبین نیاز پر داغ عجز نہ دیکھنا
پسند فرمایا حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق
کی زبان مبارک سے کہلوا دیا کہ ادراک کے ادراک
سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے اور یہی کل اسماء
الٰہیہ کے توقیفیہ ہونے کا راز ہے کسی مین یہ
طاقت نہین جو خود خدا کی حمد و ثنا کرے
پھر بھی سب اپنی عقلون سے اسے پہچانتے
اور اپنی زبان مین دعا مانگتے ہین اور وہ ہر
ایک کی دعا قبول کرتا ہے۔

[1] نہین شمار کر سکتا ہون تیری تعریف جیسی کہ تو نے آپ اپنی ذات پر تعریف کی ۱۲

قوله وَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ الْکَرِیْمِ اَجْنِحَةَ طَائِرِ الْفُهُوْمِ وَسَدَّتْ تَعَزُّزًا وَجَلَالًا مَسَالِكَ الْوَهْمِ وَالظَّنِّ فَطَائِرُ الْبَصِیْرَةِ تَعْطِیْلًا وَاِخْلَالًا وَلَمْ یَجِدْ مِنْ فَرْطِ الْهَیْبَةِ فِیْ فَضَاءِ الْجَبَرُوْتِ مَجَالًا فَانْثَنَا الْبَصَرُ کَلِیْلًا وَالْعَقْلُ عَلِیْلًا وَلَمْ یَتَیَسَّرْ اِلٰی کُنْهِ الْکِبْرِیَاءِ سَبِیْلًا

اقول اَحْرَقَتْ مشتق از احراق بمعنی سوختن سُبُحَاتٌ

احرقت احراق سے مشتق ہے جسکے معنی جلانے کی ہین سبحا

بضم سین و بای عظمت و جلال و جہ ذات الکریم
بروزن فعیل از کرم یکریم بمعنی مَنْ کَثُرَ نَفْعُہٗ و خیرہٗ
اجنحہ بروزن افعلہ جمع جناح بمعنی بازو و سَدَّتْ
بمعنی منعت فضاء الجبروت باید دانست کہ در اصطلاح
صوفیہ این چند الفاظ اند جبروت لاہوت ناسوت
ملکوت۔ جبروت صیغہ مبالغہ از جبر بمعنی قہر و سلطنت
و در اصطلاح عبارت است از صفات فعلیہ چون
ایجاد و اعدام و تغیر از حالے بحالے و نیز جبروت
صفات و افعال را گویند ہمچو تخلیق و ترزیق و نزد
ابوطالب مکی جبروت عالم عظمت را گویند کہ مراد از آن
عالم صفات و اسماء الٰہیہ بود و در سراج القلوب می نویسد
کہ لاہوت عالم ذات است و جبروت عالم صفات
و ملکوت عالم ملائکہ و ارواح و ناسوت عالم حیوانات
و نباتات و جمادات انتہی و ہمچنین است در شرح طوالع
و مراد از مرتبہ لاہوت غیب مطلق و احدیت ذات
بحت و ورار الورا کہ مبدء کل و منقطع الاشارات
است و مراد از مرتبہ ناسوت عالم شہادت است
و منتہاے تعینات کہ عبارت از اشیاء کونیہ مرکبہ
متکلفہ کہ قبول تجزی و خرق و التیام می کنند

بضم سین و بای عظمت و جلال و جہ ذات کریم بر
وزن فعیل کرم یکرم سے بمعنی صاحب نفع و خیر کثیر
اجنحہ بروزن افعلہ جمع جناح بمعنی بازو اور سَدَّتْ
یعنی روک دیا فضاء الجبروت جاننا چاہیے کہ
اصطلاح صوفیہ میں یہ چند الفاظ ہیں جبروت لاہوت
ملکوت ناسوت۔ جبروت جبر سے مبالغہ کا صیغہ ہے
بمعنی قہر و سلطنت اور اصطلاح میں صفات فعلیہ سے
مراد ہے جیسے ایجاد اور اعدام اور ایک حال سے دوسرے
حال میں تغیر اور صفات و افعال کو بھی جبروت
کہتے ہیں جیسے تخلیق و ترزیق اور ابوطالب مکی کے
نزدیک عالم عظمت کو جبروت کہتے ہیں جس سے
عالم صفات اسماء الٰہیہ مراد ہیں سراج القلوب میں
ہے کہ لاہوت عالم ذات ہے اور جبروت عالم صفات
اور ملکوت عالم ارواح و ملائکہ اور ناسوت عالم حیوانات
و نباتات و جمادات انتہی اور ایسا ہی شرح طوالع میں بھی
ہے اور مرتبہ لاہوت سے غیب مطلق و احدیت ذات بحت
و ورار الورا و مبدء کل و منقطع الاشارات مراد ہے اور
مرتبہ ناسوت سے عالم شہادت اور منتہاے تعینات مراد
ہے یعنی اشیاء کونیہ مرکبہ متکلفہ جو تجزی و خرق و التیام قبول کرنے والی ہیں

فائدہ جلیلہ بدانکہ اول کسی کہ تکلم کرد بہ لاہوت نصارے اند کہ گفتہ اند در حق عیسی علیہ السلام

تدمج اللاهوت بالناسوت بعد ازان استعمال کرد اورا سفیان ثوری و اتباع او از صوفیہ۔ حاصل معنی آنکہ سوخت جلال ذات و انوار عظمت او بازوے طائران فہم را و ہیبت بکمال عزت و جلالت راہ وہم و فہم را کہ نمی رسد بسوے او وہم زیرا کہ ذات او عز و اجل است از ادراک و افہام ما و طائران فہم و وہم نمی توانند پرید مگر در عالم امکان و پوشید شعاع بصیرت باطنی را بہ تعظیم و اجلال کہ شان نوازش کبریا ذو الجلال است و نیافت عقل از فرط ہیبت در میدان ذات بحث مجال پس باز آمد بصر کند و عقل بیمار چنانکہ بداہۃً ظاہر است کہ از نظر بر شعاع مہر جہانتاب بصر خیرگی می کند حاصل امر عجز از کنہ کبریائی ہمین نہج بینائی است ہر کہ تا آنجا رسید بدولت این دولت گران مایہ عجز رسید

فائدہ جلیلہ لفظ لاہوت پہلے پہل نصارے نے بولا جنھون نے حضرت عیسے علیہ السلام کے حق مین کہا

کہ تدمج اللاهوت بالناسوت پھر اس لفظ کو سفیان ثوری اور اتباع صوفیہ نے استعمال کیا غرض کہ اوس کے جلال ذات و انوار عظمت نے طائران فہم کے بازو جلا دیے اور کمال عزت و جلالت سے وہم و فہم کے راستے بند کر دیے کہ وہم وہان تک نہین پہونچتا ہے کیونکہ اوسکی ذات سمجھ اور ادراک سے برتر ہے اور طایران فہم و وہم سوا عالم امکان کے نہین اوڑ سکتے اور شعاع بصیرت باطنی کو تعظیم و اجلال سے جو شان نوازش کبریا ذو الجلال ہے چھپا دیا اور عقل نے فرط ہیبت سے میدان ذات بحث مین مجال نہ پائی لہذا بصر چوندھیا کر اور عقل بیمار ہوکر واپس آئی چنانچہ بدیہی بات ہے کہ شعاع آفتاب پر نظر کرنے سے آنکھ کیسی چوندھیا جاتی ہے غرضکہ کنہ کبریائی سے عجز ہی بینائی ہے جو وہان تک پہونچا اسی کی بدولت پہونچا۔

قوله فَسُبْحَانَ مَنْ عَزَّتْ مَعْرِفَتُهُ كُلَّ الْعُرَفَاءِ وَتَعَذَّرَ عَلَى الْعُقُولِ تَحْدِيدُ ذَاتِهِ

اقول۔ استعمال لفظ سبحان بر چند گونہ آمدہ در بعضی

لفظ سبحان کا استعمال کئی طرح پر آیا ہے بعض مین

مصدر بر وزن غفران و فعل ثلاثی او سبح است و
در قاموس است سبح کمنع سبحانا و سبح تسبیحا
قال سبحان الله ای تنزیهًا لله من الصاحبة
والولد و گاہے علم مصدر که آن تسبیح است و
درین هنگام بر وزن عثمان خواهد بود و بر استعمال
اول مضاف است و بر استعمال ثانی مقطوع الاضافة
پس تقدیر آنکه سبّحتهٗ سُبحانًا اے به پاکی یاد
می کنم خدا را چنانکه متبادر بوده است و فی تاج المصادر
التسبیح خدا را به پاکی یاد کردن و معرفت و شناسائی
یعنی پاک است آن که عزیز است معرفت او اگر
نمی بود شناسانیدن خود او را هر آئینه دشوار بود
بر عقول حد کردن و کیفیت بیان نمودن گو
کیفیت واقعی اکنون هم کسے میسر مے آید مگر این قدر
می دانیم که او خداست و کنهش محال و اگر قدرے
دریافت شده پس عقول عرفا را که بواسطه متابعت
نبوی بدو واصل شده مقصد حاصل کرده اند و
این مرتبه نخواهد یافت مگر کسے که از هستی موهوم برآید

مصدر بر وزن غفران جس کا فعل ثلاثی سبح ہے
اور قاموس میں ہے سبح کمنع سبحانا و سبح
تسبیحا قال سبحان الله ای تنزیهًا لله
من الصاحبة والولد اور کبھی علم مصدر جو تسبیح
ہے اور اس وقت بر وزن عثمان ہوگا اور بر استعمال
اول مضاف و بر استعمال ثانی مقطوع الاضافت
پس اصل یہ کہ سبحته سبحانا یعنی خدا کو بہ پاکی
یاد کرتا ہوں جیسا کہ متبادر ہے اور تاج المصادر میں
ہے کہ تسبیح خدا کو بپاکی یاد کرنا اور معرفت شناسائی
یعنی وہ پاک ہے جسکی معرفت عزیز ہے اگر اوس کا
خود پہچنوانا نہوتا تو عقول پر اوس کی تعریف مشکل
ہوتی مگر اب بھی واقعی تعریف نہیں ہو سکتی مگر
اتنا معلوم ہے کہ وہ خدا ہے جسکی کنہ کا ادراک محال
ہے اور اگر کچھ دریافت بھی ہوا تو عرفا ہی کو
جنھوں نے بواسطہ متابعت نبوی اوس سے
واصل ہو کر مقصود حاصل کیا اور یہ مرتبہ سوا اُسکے جو
ہستی موہوم سے چھوٹ جائے اور کوئی پا نہیں سکتا

قوله ثُمَّ أَلْبَسَ قُلُوبَ الصَّفْوَةِ مِنْ عِبَادِهِ مَلَابِسَ الْعِرْفَانِ
وَخَصَّهُمْ مِنْ بَيْنِ عِبَادِهِ بِخَصَائِصِ الْإِحْسَانِ

اقول صفوة بہر سہ حرکت حرف اول وسکون فا
وفتح واو بمعنی برگزیدگی وخلاصہ کردن وصافت
شدن وبرگزیدہ وآنچہ صاف باشد از غش و
تیرگی کذا فی القاموس ملابس جمع ملبس بفتح میم
وکسرۂ بائے موحدہ وسین مہملہ بمعنی پوشش و
لباس کذا فی الصراح وخصایص جمع خصیصہ بمعنی
خو وا اثر ہا کذا فی غیاث اللغات بعد ازین باید
دانست کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ بعد از فراغ توحید آغاز
کرد نعت اصفیاء موحدین واظہار نعمات آلہیہ
خاصہ برین اولیا امت عام وارد اند وبر خاص
طائفہ کرام صوفیہ صادرین می فرماید کہ منجملہ احسان
آلہیہ این کہ بپوشانید قلوب بندہاے برگزیدہ را
حلہاے عرفان وخاص کرد اوشان را از سائر
عباد بخصایص احسان کما قال ان اللہ یحب
المحسنین وابن ہمہ انعام صوفیہ را بواسطۂ
اتباع سید البشر محمد مصطفی صلعم است آرے تا آفتاب
نبوت بر دل طالب نتابد راہ مقصود خود نیابد
قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببکم اللہ۔

صفوة حرف اول کی تینون حرکتون اور سکون فا
اور فتح واو بمعنی برگزیدگی اور خلاصہ کرنا اور صاف
ہونا اور وہ جو میل سے صاف ہو ۱۲ قاموس ملابس
جمع ملبس بفتح میم وکسرۂ بائے موحدہ وسین مہملہ
بمعنی پوشش ولباس ۱۲ صراح اور خصایص جمع
خصیصہ بمعنی عادت واثر ۱۲ غیاث جاننا
چاہیے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے توحید
سے فراغت پاکر نعت اصفیاء موحدین ونعمات
آلہیہ کا جو اولیاے امت پر عموما اور طائفہ کرام
صوفیہ پر خصوصا وارد ہین بیان شروع کیا
لہذا فرماتے ہین کہ اور خدا کا احسان یہ ہے کہ
اوس نے خاص بندون کے قلوب کو حلہاے
عرفان پہنائے اور اون کو اور بندون سے
بخصوصیت احسان مخصوص کیا چنانچہ فرمایا کہ اللہ
محسنین کو دوست رکھتا ہے اور یہ تمام بخششین صوفیہ پر
بوجہ متابعت نبوی صلعم ہین جب تک آفتاب نبوت
طالب کے دل پر نہ چمکیگا راہ مقصود نہ ملے گی چنانچہ
ارشاد ہے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری
پیروی کرو اللہ تم کو دوست رکھیگا۔

قوله فصارت ضمائرهم من مواهب الانس مملوة ومرائي قلوبهم بنور القدس مجلوة

اقول ضمائر جمع ضمیر بمعنی دل مملو بفتح اول و
سکون دوم وضم لام وتشدید واو بمعنی پر کردہ شدہ
صیغہ اسم مفعول است از ملأ در اصل مملوء بود بر
وزن مفعول پس ہمزہ بواو بدل کردند و واو را
در واو ادغام نمودند مملو شد و فارسیان بتخفیف
ہم آرند و نیز درست باشد بضم میم اول و سکون
دوم وفتح لام بر وزن مکرم درین صورت نیز اسم
مفعول است از باب افعال ماخوذ از ملأ بمعنی پُر
کردن مواہب بفتح میم وکسر ہا بمعنی بخششہا یعنی
حق سبحانہ بسبب فضل عظیم وکرم فخیم خود قلوب عرفا
را ملابس عرفان پوشانید و بخصایص احسان
مخصوص کرد وضمایر اوشان مملو از مواہب الٰہی
و آئینہ قلوب شان از نور قدس مجلّٰے شدند و
انس سکون مع اللہ و باو اشتغال در جمیع احوال را
گویند از روے محبت و اشتیاق اذنایش این کہ
اگر سالک در دوزخ افگندہ شود انس او مکدر نشود
و مؤید این قول حضرت شیخ جنید در حال ارباب وجد

ضمائر جمع ضمیر بمعنی دل مملو بفتح اول وسکون
دوم وضم لام وتشدید واو ملأ سے ماخوذ اسم
مفعول کا صیغہ ہے بمعنی بھرا ہوا اصل مین مملوء
مفعول کے وزن پر تھا ہمزہ کو واو سے بدل دیا
اور واو کو واو مین ادغام کردیا مملو ہوا اور فارسی
والے بتخفیف بھی لاتے ہین اور بضم میم اول وسکون
دوم وفتحہ لام مکرم کے وزن پر بھی ٹھیک ہے اور
اس صورت مین بھی اسم مفعول ہے باب افعال
سے ماخوذ ملأ سے جس کے معنے بھرنے کے ہین ۔
مواہب بفتحہ میم وکسرہ ہا بمعنی بخششین یعنی حق سبحانہ
نے اپنے فضل وکرم سے قلوب عارفین کو عرفان
کے لباس پہنائے اور بخصایص احسان مخصوص کیا اور انکے
ضمائر مواہب الٰہی سے بھر گئے اور آئینہ قلوب نور قدس
سے روشن ہو گئے اور انس سکون مع الٰہی اور ہر
وقت مشغول رہنے کو کہتے ہین جسکا ادنے درجہ یہ ہے
کہ اگر سالک دوزخ مین پھینکا جائے تو اسکا انس مکدر نہو
اور اسکی تائید مین حضرت جنید کا یہ ارشاد ہے جو ارباب وجد

وحال می فرماید که وجد واجد آنگه راست است
که شمشیر بر رو خورد و ادراک نکند و نشان صدق
حال همین است زیرا که واردات غیبیه دل سالک
را چنان می رباید که وجود دران حال بے بود محض
گردد و فی الواقع همین مصداق قول صاحب
گلشن راز ملا محمود چلیستری است در تعریف عشق
که العشق نار یحرق ما سوی المحبوب و
درین زمانه این از نوادر است کاتب الحروف
از حضرت جدی و استادی مولانا شاہ تقی علی قلندر
قدس سره شنیده است که حضرت خواجه حسن
موودودی چشتی را که از یاران قدوة الاعاظم حضرت
شاہ محمد کاظم قلندر بودند یک بار بر دہلی دروازۂ لکھنؤ
مجلس سماع گرم بود حالتے درگرفت دران حال خود را
از بالاے دروازه بزیر انداختند مریدیکه زیر آن
استاده بود جان فداے پیر کرده بر هر دو دست
او شان را نگهداشت و ایشان را خبرے نه شد و نیز
میفرمودند که یک بار بر تکیه شریفه در عرس حضرت
شاہ محمد کاظم قلندر حضرت خواجه حسن را حالتے در ربود
در باغ بکلو متصل درگاه عالی جاه حضرت پیر و مرشد

وحال کے بارہ مین ہے کہ واجد کا وجد اوس وقت
ٹھیک ہے کہ جب تلوار مُنہ پر کھائے اور ادراک نہ کرے
اور حال سچے ہونے کا نشان بھی یہی ہے کیونکہ واردات
غیبیہ سالک کے دل کو ایسا اُڑا لیجاتے ہین کہ اوس وقت
وجود بے بود محض ہوتا ہے اور واقعی اسی کا مصداق
صاحب گلشن راز ملا محمود چلیستری کا قول متعلق عشق
ہے کہ عشق وہ آگ ہے جو ما سواے محبوب کو جلادے
اور اس زمانے مین یہ بہت کم ہے۔ مین نے اپنے
جد و استاد حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے سنا
ہے کہ حضرت خواجہ حسن مودودی چشتی کو جو
حضرت قدوۂ اعاظم شاہ محمد کاظم قلندر کے بڑے
دوست تھے ایک بار دہلی دروازہ لکھنؤ پر مجلس
سماع مین ایسی کیفیت ہوئی کہ دروازہ پر سے
پھاند پڑے وہان نیچے اون کا ایک مرید کھڑا تھا
اوسنے اپنی جان اون پر فدا کی اونکو اپنے ہاتھون پر
روک لیا مگر ان کو کچھ خبر نہ ہوئی نیز فرماتے تھے کہ ایک
بار تکیۂ شریف پر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے
عرس مین حضرت خواجہ حسن صاحب کو حال آیا
بکلو باغ مین جو حضرت صاحب کی درگاہ کے متصل ہے

برحق شاہ تراب علی قلندر بشاخ درختے تا دیر آویختند مورچہا گزیدند و ایشان را حس نبے و ہم در مناقب العارفین ملفوظ حضرت مولانا جلال الدین رومی مرتبہ شمس الدین افلاکی منقول است کہ روزے مجلس سماع قائم بود مولانا را حالتے درگرفت خود را در دجلہ انداختند و ہشت روز غرق ماند صرف دستے نمایان بود و ہنگامہ سماع بہمان طور بپا ماند انتہیٰ در کتب قوم مذکور است کہ مراد از وجد واردیست کہ از حق بر دل آید و باطن را از ہیبت خود بگرداند باحداث وصفے غالب چون حزنے یا فرحے

جنید گفتہ الوجد انقطاع الاوصاف عند سمة الذات بالسرور و ابو العباس عطا گفتہ الوجد انقطاع الاوصاف عند سمة الذات بالحزن و صاحب وجد کسے بود کہ ہنوز از حجب صفات نفسانی بیرون نیامدہ باشد و بوجود خود از وجود حق محجوب بود و گاہ گاہ فرجہ در حجاب او پدید آید و از انجا پرتوے از نور وجود حق بر و تابد و او را دریابد و بعد ازان دیگر بارہ حجاب منطبق شود و موجود مفقود گردد پس وجد متوسط بود

ایک آم کے درخت مین لپٹ گئے اور دیر تک لپٹے رہے اور چیونٹے کاٹا کیے مگر اون کو کچھ حس نہ ہوا نیز مناقب العارفین ملفوظ حضرت مولانا جلال الدین رومی مرتبہ شمس الدین افلاکی مین ہے کہ ایک روز مجلس سماع مین مولانا پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ دجلہ مین پھاند پڑے اور آٹھ روز غرق رہے صرف ایک ہاتھ نکلا رہا اور سماع بدستور ہوا کیا انتہیٰ کتب قوم مین مذکور ہے کہ وجد سے وہ وارد مراد ہے جو حق سے دل پر آوے اور باطن کو اپنی ہیبت سے بوجہ حدوث کسی وصف غالب مثل حزن و فرح کے پھیر دے حضرت جنید فرماتے ہین کہ وجد وہ ہے کہ واجد کے تمام اوصاف اوس وقت بوجہ سرور منقطع ہوجائین اور ابو العباس عطا کہتے ہین کہ واجد کے تمام اوصاف بوجہ حزن اوس وقت منقطع ہوجائین اور واجد وہ ہے جو صفات نفسانی کے حجاب سے نکلا نہو اور بوجہ اپنے وجود کے وجود حق سے محجوب ہو اور کبھی کبھی اوسکے حجاب مین فرجہ ہوجاتا ہو اور وہان سے پرتو نور وجود حق اوسپر پڑتا ہو اور اوسے بیخود کرتا ہو اور پھر دوسری بار حجاب برابر ہو اور موجود گم ہوجاے تو وجد وجد سابق و فقدلاحق مین واسطہ ہوتا ہے

بیان وجد سے سابق وفقد سے لاحق ومراد از
وجود آنکہ وجود واجد در غلبۂ نور شہود موجود غائب
وناچیز گردد چنانکہ جنید گفتہ وجودی ان
اغیب عن الوجود بما یبدو علی من الشہود
پس وجد صفت محدث بود ووجود صفت قدیم
واشارہ بدین معنی است قول ذو النون الوجود
بالموجود قایم والوجد بالواجد قایم وبیان
این سخن آن کہ صاحب وجد ہنوز از وجود خود
فانی نشدہ باشد پس واجد او بود ووجد بوے
قائم وصاحب وجود از وجود خود بکلی فانی شدہ باشد
وبوجود موجود یعنی حق تعالے قائم وباقی باشد
پس صاحب وجود نہ ذات واجد بود یعنی ذات
نباشد بل ذات موجود یعنی ذات حق ووجود بوے
قائم وبنابرین معنی واجد بحقیقت فاقد وجود خود بود
وفاقد واجد وجود چنانچہ شبلی گفتہ اذا ظننت انی
فقدت تحیینئذ وجدت واذا حسبت
انی وجدت فقدت فقدت ہر کہ بر رویت
وجد خود از شہود وجد موجود محجوب شود وز وی طرب
پدید آید وہر کہ بشہود وجد موجود از رویت وجد خود

اور وجود سے یہ مراد ہے کہ وجود واجد موجود کے
غلبۂ نور شہود مین غائب ہو جائے چنانچہ
حضرت جنید فرماتے ہین کہ میرا وجود وجود سے غائب
ہونے پر اپنے مشہود سے ہوتا ہے تو وجد حادث
کی اور وجود قدیم کی صفت ہوئی حضرت ذو النون
مصری کے اس ارشاد مین اسی طرف اشارہ ہے
کہ وجود موجود مین اور وجد واجد مین قائم ہے
یعنی صاحب وجد جب تک اپنے وجود سے فانی
نہ ہوگا واجد کہلائیگا اور وجد اوس مین قائم ہوگا
اور صاحب وجود اپنے وجود سے فانی اور موجود
برحق کے وجود سے باقی ہوگا تو صاحب وجود
ذات واجد نہوگی بلکہ ذات موجود اور وجود
اوس مین قائم ہوگا اور اسی لیے حقیقتاً واجد
وہ ہے جو اپنا وجود کھو دے چنانچہ حضرت
شبلی فرماتے ہین کہ جب مین اپنے کو گم سمجھتا ہون
تو موجود ہوتا ہون اور جب موجود دیکھتا ہون
تو مفقود ہوتا ہون جو شخص اپنے وجد کو دیکھنے
کے سبب سے موجود حقیقی کے وجد کو دیکھنے سے محجوب ہو جاتا
اوسمین طرب ظاہر ہوتا ہی اور جو شخص موجود حقیقی کے وجد کو دیکھنے

مفقود گردد محل طرب ازوے ساقط شود چنانکہ
مضمون قول جنید دال برآن ست کہ قد کان
یطربنی وجدی فافقدنی عن رویۃ الوجد
من فی الوجد موجود والوجد یطرب
من فی الوجد لہ راحۃ والوجد عند حضور
الحق مفقود و وجد مقدمہ وجود است چہ
ہر وجدے در فتح قلعہ وجود بشری مثابہ منجنیقی است
از عالم جذبۂ الٰہی منصوب تا چون قلعہ وجود مسلم شود
وجد وجود گردد پس نہایت وجد بدایت وجود
بود آری وجود وجد سبب فقد وجود واجد است
و فقد وجود واجد شرط وجود موجود چنانچہ ابوالحسین
نوری گفتہ الوجد فقد الوجود بالموجود
و آنچہ شبلی گفتہ الوجد اظہار الموجود و بالجملہ
اسقاط اضافت وجد بخود عین توحید است
و اضافت آن بحق محض جحود چنانچہ بایزید
گفتہ کہ ذکر وجدی جحود توحیدی و
درین معنی شبلی راست الوجد عندی جحود
ما لم یکن عن شہود وشاہد الحق عندی
ینفی شہود الوجود و چنانکہ وجد مقدمہ وجود ست

کے سبب سے اپنے وجد کو نہین دیکھتا اسمین طرب نہین
پایا جاتا چنانچہ حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ کبھی میرا وجد
مجھکو خوش کرتا ہے تو مجھے رویت وجد سے کھو دیتا ہے
اور وجد اوس کو خوش کرتا ہے جسکو وجد مین راحت
ہوتی ہے اور حضور حق مین وجد مفقود ہے اور وجد
مقدمہ وجود ہے کیونکہ ہر وجد قلعۂ وجود بشری کے
فتح مین بمنزلہ منجنیق ہے جو عالم جاذبہ الٰہی سے نصب
کیا جاتا ہے جسکے فتح ہوجانے پر وجد وجود ہوجاتا ہے
پس انتہا ے وجد ابتدا ے وجود ہوئی یعنی وجود وجد
وجود واجد کے گم ہونے کا سبب ہے اور فقد وجود واجد
شرط وجود موجود حضرت ابوالحسین نوری کے اس ارشاد
مین اسی طرف اشارہ ہے کہ موجود سے وجود کے گم ہوجانے
کو وجد کہتے ہین یا حضرت شبلی نے فرمایا کہ وجد اظہار موجود ہے
غرضکہ اپنی طرف وجد منسوب کرنا عین توحید ہے اور حق
کی طرف منسوب کرنا عین انکار چنانچہ حضرت بایزید نے
فرمایا کہ میرے وجد کا ذکر میری توحید کا انکار ہے اور ایسا
ہی حضرت شبلی فرماتے ہین کہ جب تک وجد شہود سے نہو
انکار ہے اور میرے نزدیک حق کا شاہد شہود وجود کی
نفی کرتا ہے اور جیسے وجد وجود کا مقدمہ ہے

تواجد مقدمۂ وجد است و معنی تواجد استدعا
و استجلاب وجد است بطریق تذکر یا تفکر یا تشبه
با اہل وجد در حرکات و سکنات بدلالت صدق
و ہرچند تواجد صورتاً تکلف است و تکلف مخالف
صدق ولیکن چون نیت متواجد در صورت تواجد
توجہ کلی بود از برای قبول امداد فیض رحمانی
و تعریض حقیقی از جہت استنشاق نفحات ربانی
منافی صدق نبود و شریعت درین باب اجازت
داده است بل امر کرده که ابکوا فان لم تبکوا
فتباکوا و تواجد صفت اہل بدایت بود و وجد
حال اہل سلوک و وجود حال اہل وصول
واللہ اعلم اے برادر ارباب وجد را حال این است
اما وجد یکه درین زمانہ فقراے جہال قرار داده اند
و مرتکب آن می شوند ہرگز حال نیست اہل دل را
موجب ملال توان گفت پس واجدین را اگر
لاعبین گویند سزاوار و مواہب آلہیہ انوار ربانیہ
را گویند و مکاشفات انوار سبحانیہ از لوازم آن
کشف انوار کاینات است و استغراق بنور مشاہدہ
وحدت صاحب این صفت بر مخفیات است

ویسے تواجد وجد کا مقدمہ ہے تواجد کے معنی یہ ہیں
کہ بطور ذکر و فکر یا مشابہت با اہل وجد بحرکات و
سکنات سچائی سے وجد طلب کیا جائے اگرچہ بظاہر
تواجد تکلف ہے جو مخالف صدق ہے مگر چونکہ
اس صورت میں اوس کی نیت امداد فیض رحمانی
اور نفحات ربانی قبول کرنے کی ہوتی ہے لہذا سچائی
کے خلاف نہیں اور شریعت نے بھی اس کی اجازت
بلکہ حکم دیا ہے کہ روؤ اور اگر نہ روؤ تو رولاؤ تواجد
مبتدی کی صفت ہے اور وجد اور وجود اہل
سلوک و اہل وصول کا حال ہے واللہ اعلم
لیکن جو وجد آج کل کے جاہل فقیروں کو
ہوتا ہے یہ ہرگز حال نہیں ہے بلکہ اہل دل
کا سبب ملال ہے اس زمانے کے اہل وجد
کو اگر لاعبین کہیں تو زیادہ بہتر ہے۔ اور
مواہب آلہیہ انوار ربانیہ و مکاشفات
اسرار سبحانیہ کو کہتے ہیں جس کا ادنیٰ
درجہ کشف انوار کائنات و
استغراق بنور مشاہدہ وحدت ہے ایسا
ہی شخص مخفی امور کا عالم ہوتا ہے

خبر واری گردد و با قوال انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی گویا می شود و عبادت می کند معبود را بحقیقت و مشاہدہ نور احسان کما قال علی کرم اللہ وجہہ لَا اَعْبُدُ رَبًّا حَتّٰی اَرَاہُ

اور اَنَا الْحَقُّ و سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ[1] کہنے لگتا ہے اور معبود برحق کی عبادت حقیقی اور نور احسان کا مشاہدہ کرتا ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے خدا کی عبادت نہیں کی جب تک اوسکو دیکھ نہیں لیا

قوله تَهَيَّأَتْ لِقَبُوْلِ الْاِمْدَادَاتِ الْقُدْسِيَّةِ وَاسْتَعَدَّتْ لِوُرُوْدِ الْاَنْوَارِ الْعُلْوِيَّةِ

اقول ہرگاہ کہ قلوب صوفیہ بمواہب انس و بنور قدس مجلو شدند برائے قبول امداد قدسیہ و ورود انوار علویہ مستعد شدند لازم شد او شان را در حال کشف و مشاہدہ و وقت شان وقت لی مع اللہ و حال و مقام آنہا فاینما تولوا فثم وجہ اللہ گردید گویا حق در جمال ایشان تجلی کرد و پردہ از جمال و جلال خود برداشت

جب قلوب صوفیہ مواہب انس سے بھر گئے اور نور قدس سے روشن ہو گئے تو امداد قدسی و انوار علوی قبول کرنے کو مستعد ہو گئے اور اس وقت کشف و مشاہدہ اون کو حاصل ہو گیا اور اون کا وقت لی مع اللہ اور حال و مقام فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ[2] ہو گیا گویا حق نے اونمیں تجلی کی اور اپنے جمال و جلال سے پردہ اوٹھا دیا

قوله وَاتَّخَذَتْ مِنْ اَنْفَاسِ الْعَطِرَةِ بِالْاَذْكَارِ جُلَّاسًا وَاَقَامَتْ عَلَى الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ مِنَ التَّقْوٰى حُرَّاسًا وَاشْتَعَلَتْ فِیْ ظُلَمِ الْبَشَرِيَّةِ مِنَ الْيَقِيْنِ نِبْرَاسًا

اقول عطر بالکسر بوے خوش و عطار خوشبو فروش جلاس جمع جلیس تقوے بمعنی پرہیزگاری کردن و در شرع عبارت است از ارتکاب اوامر و اجتناب نواہی حراس جمع حارس بمعنی نگہبان نبراس و نبارس بمعنی چراغ یعنی گرفتند قلوب صوفیہ از انفاس

عطر بکسر خوشبو عطار خوشبو فروش جلاس جمع جلیس تقوے پرہیزگاری اور شرعاً اوامر کا ارتکاب اور نواہی سے اجتناب کرنا حراس جمع حارس نگہبان نبراس نبارس چراغ یعنی قلوب صوفیہ نے بوجہ انفاس

[1] پاک ہوں میں کیا بڑی میری شان ہے ۱۲

[2] جدہر تم منہ پھیرو اودہر ہی اللہ کا منہ ہے ۱۲

مسطرہ و معتبرہ بدولت پاس انفاس و دیگر اذکار
شرف انا جلیس من ذکرنی و در حدیث
انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن
مراد ازین دوام ذکر است و آراستند ظاہر و باطن
را از تقوے و متقی گردیدند و خلعت ان اکرمکم
عند اللہ اتقاکم پوشیدند ظاہر ایشان از
شریعت آراستہ و باطن بطریقت پیراستہ
شریعت پوست و مغز آن حقیقت و میان این و
آن باشد طریقت یعنی شریعت کہ احکام ظاہر
است نسبت با طریقت کہ روش خاص ارباب
حال و مکاشفات ست بمثابہ پوست است و
طریقت لب لباب در کتاب اسرار المعانی است
کہ شریعت حکم نوشت اقوال وے و طریقت
افعال وے و حقیقت احوال وے در کتاب
مناقب شیخ سعد بن ابو الخیر است کہ علم زبان علم
شریعت است و علم دل علم طریقت و کمال درجہ
مرد کامل بتحصیل ہر دو حاصل موقوف است و نیز
مشایخ فرمودہ اند کہ ہر حقیقت را کہ شرع رد کند

مسطرہ و معتبرہ کے پاس انفاس و دیگر اذکار کی بدولت
انا جلیس من ذکرنی کا شرف پایا اور
حدیث انی لاجد الخ[۱] سے دوام ذکر ہی مراد
ہے اور ظاہر و باطن تقوے سے آراستہ کرکے
متقی ہوئے اور ان اکرمکم الخ[۲] کا خلعت پہنا
ان کا ظاہر شریعت سے آراستہ اور باطن طریقت
سے پیراستہ ہے سہ شریعت پوست اور حقیقت
مغز ہے اور ان دونوں کے درمیان طریقت
ہے ؛ شریعت یعنی احکام ظاہری بہ نسبت طریقت
جو خاص ارباب حال و مکاشفات کی روش
ہے پوست کی طرح ہے اور حقیقت لب لباب
کتاب اسرار المعانی میں ہے کہ شریعت حکم
و اقوال اور طریقت و حقیقت افعال و احوال
نبوی کو کہتے ہیں کتاب مناقب شیخ سعد ابن
ابو الخیر میں ہے کہ علم زبان علم شریعت اور علم دل
علم طریقت ہے اور کامل کا کمال ان دونوں
کے حصول پر موقوف ہے نیز مشایخ
فرماتے ہیں کہ جس حقیقت کو شرع رد کرے

---

[۱] یعنی میں نفس رحمن کو پاتا ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے ۱۲ [۱] سے شاید یہ نفس رحمن یمن کی طرف سے پاتا ہوں ۱۲
[۲] تم میں سب سے زیادہ بزرگ خدا کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہو ۱۲

پس او بے دینی است و بعضے گفته اند هر که معامله
با حق بحقیقت و با خلق بشریعت کند صدیق است
و هر که معامله با حق بشریعت و با خلق بطریقت کند
یعنی بباطن مطابق شرع باشد و بظاهر مطابق
شریعت نبود پس از دین حق برگشته است و هر که
معامله با حق و به خلق بشریعت کند یعنی ظاهر و
باطن هر دو مطابق شریعت او صوفی است
قدوهٔ قلندران نامآور حضرت شاه مجا قلندر در
مکتوبے بشاه عبدالرسول کچهندوی نوشته اند
اے برادر عارف کسے ست که سرمو شریعت از
دے فوت نشود و هرگز در وجود نیاید چیزیکه خلاف
مرضی خدا و رسول اوست دوستان خدا هر چند
در عالم سکر باشند لیکن از ایشان چیزے صادر نشود
که خلاف شریعت باشد حضرت شیخ محی الدین ابن
عربی را مدتے در سکر گذشت و از ایشان هیچ کتے
خلاف شرع نه شد و بدستور نماز و روزه و غیره
می کردند و از آن خبر نمی داشتند و صدیق آن است
که سرمو از متابعت نبوی مخالفت نه ورزد
هر که متابع تر مرتبهٔ او عالی تر و هر چند کسے عابد

وه بے دینی ہے اور بعض کے نزدیک جو شخص حق
سے بحقیقت اور خلق سے بشریعت معاملہ کرے وه
صدیق ہے اور جو خدا سے بشریعت اور خلق سے
بطریقت معاملہ کرے یعنی باطناً تو شرع کے مطابق ہو
اور ظاہراً نہو وه گمراه ہے اور جو شخص حق و خلق
دونوں سے بشریعت معاملہ کرے یعنی ظاہر و باطن
دونوں شریعت کے مطابق ہوں وه صوفی ہے
سرگروه قلندران نامآور حضرت شاه مجا قلندر نے
ایک مکتوب میں حضرت شاه عبدالرسول کچهندوی
کو لکھا ہے کہ عارف وه ہے جو سرمو شریعت سے
تجاوز نہ کرے اور نہ اوس سے کوئی امر خدا و رسول
کی مرضی کے خلاف ہو دوستانِ الٰہی اگرچہ عالم سکر
میں رہتے ہیں لیکن اون سے خلاف شریعت
کوئی بات نہیں ہوتی حضرت شیخ محی الدین
ابن عربی ایک مدت تک سکر میں رہے مگر اونسے
خلاف شریعت کوئی بات نہوئی بدستور نماز و روزه
وغیره کرتے رہے اور بے خبر رہے اور صدیق وه ہے
جو سرمو متابعت نبوی سے مخالفت نکرے جو زیاده پیرو
ہوگا اوس کا مرتبہ بھی زیاده ہوگا اور اگر کوئی زاہد و عابد

زاہد و متقی باشد تا کہ با خود است از خدا دور است
و از لذت عبادت مہجور و محروم و ہر کسیکہ دعوے
معرفت کند و از معانی مذکورہ خالی باشد
محض مدعی و کذاب است انتہےٰ۔ بخلاف فقرائے
این زمانہ کہ ہوا را شریعت نام کردہ اند و طلب جاہ و
ریاست و تکبر را علم و مجادلہ را مناظرہ و محاربہ و
سفاہت را عظمت و نفاق را زہد و تقی را اراد
و ہذیان طبع را معرفت و حرکات دل و حدیث
نفس را محبت و الحاد را فقر و زندقہ را فنا و ترک
شریعت را طریقت۔ و محی الدین ابن حسن رضوی
در ملفوظ حضرت شاہ مینا لکھنوی می نویسند کہ
گروہے از ملاحدہ گویند کہ خدمت چندان باید کرد
کہ بندہ ولی گردد چون ولی حق شود احکام بندگی
ازو ساقط گردند و این جہالت و ضلالت است
نہ بینی کہ آنحضرت کہ موصوف بجملہ کمالات بود از
وے احکام بندگی ساقط نشد بلکہ فرمان و اعبد
ربک حتی یاتیک الیقین رسید از دیگرے
کجا ساقط می شود ہر چند قرب زیادہ تر بندگی زیادہ
لیکن چون در مقام ولایت رسد و در تجلی حضور

و متقی ہے مگر خودی میں گرفتار ہے وہ خدا سے دور
اور لذت عبادت سے محروم ہے اور جو کوئی دعوا
معرفت کرے اور اوس میں یہ باتیں نہ پائی جائیں
وہ جھوٹا و مدعی ہے انتہی بخلاف اس زمانہ کے فقیرون
کے جنھون نے خواہشات کا نام شریعت اور طلب جاہ
و ریاست و تکبر کا علم اور مجادلہ کا مناظرہ و محاربہ اور
سفاہت کا عظمت اور نفاق کا زہد اور تقی کا ارادت
و ہذیان طبع کا معرفت اور حرکات دل و حدیث نفس
کا محبت اور الحاد کا فقر اور زندقہ کا فنا اور ترک
شریعت کا نام طریقت رکھ لیا ہے محی الدین ابن حسین
رضوی ملفوظ حضرت شاہ مینا لکھنوی میں لکھتے ہیں کہ
ملحدون کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اتنی خدمت کرنا
چاہیے کہ بندہ ولی ہو جائے جب ولی ہو جائیگا تو بندگی
کے احکام اوس سے ساقط ہو جائینگے یہ خیال سراسر
جہالت و گمراہی کا ہے جب آنحضرت صلعم ہی سے جو جامع
کمالات تھے احکام بندگی ساقط نہوئے بلکہ حکم ہوا کہ اپنے
رب کی عبادت کرو جبتک یقین (یعنی موت) نہ آئے
تو پھر دوسرے کیسے ساقط ہو سکتے ہین جتنا قرب بڑھیگا
اوتنی بندگی زیادہ ہوگی مگر مقام ولایت و تجلی حضوری ہے

باشد کلفت تکلیف از و ساقط شود نہ آنکہ نفس تکلیف
از و برود و در عبادت مشقت نباشد بلکہ راحت
بود بے عبادت ماندن نتواند و نیست مقامی
بندہ را کہ ساقط شود از و آدابہائے شریعت کہ
ہر آداب حرمت و تعظیم قرب بار آرد در شاہد
و نیز ہمچنین ہر کہ با ملوک با ادب است و قریب تر
و ہر کہ بے ادب است دور تر بینی کہ آدم علیہ السلام
اگرچہ زلت داشت بہ بجا آوردن ادب ربنا
ظلمنا انفسنا مقبول گشت و ابلیس لعین اگرچہ
طاعت داشت بہ ترک ادب انا خیر منہ
مردود گشت انتہیٰ و معنی دیگر این کہ صوفیہ
بہ نور یقین در ظلمت بشریت چراغ عرفان روشن
کردند یا ہمہ دیدہ بہم کہ مقام خاص رسول اللہی
ماند ہکذا وقع فی خاطری۔

ہو چکنے سے کلفت تکلیف جاتی رہتی ہے نہ نفس تکلیف
اور عبادت میں بجائے مشقت آرام ہوتی ہے بلا عبادت
کے رہ نہیں سکتا کوئی مقام ہی ایسا نہیں جس میں
اوس سے آداب شریعت ساقط ہو جائیں اسی طرح
جو شخص بادشاہوں کے حضور میں باادب ہے وہی
زیادہ مقرب ہے اور جو بے ادب ہے وہ زیادہ دور
حضرت آدم علیہ السلام سے اگرچہ لغزش ہوئی مگر
بوجہ اختیار ادب ربنا ظلمنا انفسنا[1] مقبول
ہوئے اور شیطان باوجود طاعت کے بے ادبی
انا خیر منہ مردود ہوا انتہیٰ اور دوسرے
معنے یہ ہیں کہ صوفیہ نے بہ نور یقین ظلمت بشریت
میں چراغ عرفان روشن کیا اور باہم و
سب کے ہمراہ رہے جو خاص مقام رسول اللہی ہے
ایسا ہی میرے دل میں گذرا۔

قوله واستحقرت فوائد الدنيا ولذاتها وانكرت مصائد الهوى وتبعاتها

اقول یعنی حقیر دانستند قلوب صوفیہ لذات و
فوائد دنیاوی را و ناخوش پنداشتند شکارگاہ
ہوا و حرص وغیرہ را مصاید جمع صید خلاف قیاس
چنانکہ محاسن جمع حسن است کذا فی غیاث اللغات

یعنی قلوب صوفیہ نے لذات و فوائد دنیاوی کو
حقیر جانا اور شکارگاہ ہوا و حرص وغیرہ کو ناپسند
کیا مصائد جمع صید خلاف قیاس جس طرح
محاسن جمع حسن ہے ۱۲ غیاث اللغات

[1] اے پروردگار ہم نے اپنی ذاتوں پر ظلم کیا ۱۲

فهم زاهدون فی الدنیا وراغبون فی	تو وہی لوگ دنیا مین زاہد اور آخرت مین راغب
الآخرة والفارون من الهوی الی الهدی	اور ہوا سے ہدایت کی طرف بھاگنے والے اور
والمعرضون عما سوی الله والمخلصون	ما سوائے اللہ سے معرض اور اللہ سے مخلص ہین
بالله وہمین طریقۂ مشایخ کبار است کہ بکمال	اور یہی اون بزرگون کا طریقہ ہے جو بہ کمال
متابعت نبوی بمرتبۂ کمال واصل گشتہ اند	متابعت نبوی مرتبۂ کمال پر پہونچے۔

قوله واُمتطیت غوارب الرغبوت والرهبوت واستفرشت بعلو همتها بساط الملکوت

اقول الامطاء بارگیر ساختن وصوفیہ بارگیر خود	امطاء بارگیر بنانا اور صوفیہ نے اپنا بارگیر خوف
ساختند بلندی خوف ورجا را اے لطافت	ورجا کی بلندی کو بنایا یعنی لطافت انوار خوف
انوار خوف ورجا مرکب ایشان شد وگسترانیدند	ورجا اون کی سواریان ہین اور اپنی عالی ہمتی
بعلو ہمت بساط ملکوت را یعنی سیر شان بر بساط	سے اونہون نے بساط ملکوت بچھائی۔ یعنی
ملکوت ست در شرح عوارف ست کہ والملکوت	اون کی سیر بساط ملکوت پر ہے شرح عوارف مین
بحر صفواتی وفضاء نورانی بعرش المجید	ہے کہ ملکوت عرش مجید مین بحر صفواتی وفضاء نورانی
والجنة خزینتها والملائکة حملتها ساطی	ہے جس کا خزانہ جنت ہے اور ملائکہ حامل ہین جس پر
فیہ منه سکانهم ومعاشهم وهو	اونہون نے حلقہ کیا اور وہی ونکا مسکان اور وہی اونکی
فراش العارف الربانی والمقرب السبحانی	معاش ہے اور وہ عارف ربانی ومقرب سبحانی کا فرش

قوله وامتدت الی المعالی اعناقها تطلعت الی الاوج العلوی احداقها

اقول یعنی دراز شدند بسوے بلندیہا اے اختر	یعنی رفعت احدیت ومعارج صمدیت کی
ومعارج صمدیت گردنہاے شان ودر دوختند	طرف اون کی گردنین بڑھین اور اوج بلند

بجانب لوامع بلند چشمها و مراد از لامع علوی نور
تجلی است از تجلیات ذات و صفات و افعال
و روح را نیز تجلی هست و حیات عالم از تجلی روح
بوده است و احداق بصر تابع احداق بصیرت
است و اعتبار بصیرت راست نه که بصر را چه
بصیرت آنکه آنچه بیند بیند و غمض بصر مانع آن
نبود و ازینجاست که او را الیقین و مشاهده خوانند
نه رویت و رای آنچه گفته اند که در آخرت اعتبار
بصر است نه بصیرت آن هم راست است بصر
آنجا بمعنی بصیرت است زیرا که بصیرت غیر بصر
است پس حکم بالرویت و ارتفاع حجاب بالکلیه
و عیان محض غیر بصیرت را نخواهد بود فافرقه
فانه حسن بدیع

کی جانب اون کی نگاہین اوٹھین اور لامع
علوی سے تجلیات ذات و صفات و افعال
کا نور تجلی مراد ہے اور روح کے لیے بھی تجلی ہے
حیات عالم تجلی روح ہی سے ہے اور حدقہ
بصر تابع حدقہ بصیرت ہین اور اعتبار بصیرت ہی
کا ہے نہ بصر کا کیونکہ بصیرت وہ ہے جس کی
دید مین آنکھ بند ہونا مانع ہو اور اسی لیے اوس کو
یقین و مشاہدہ کہتے ہین نہ رویت اور یہ جو کہا
ہے کہ آخرت مین بصر کا اعتبار ہوگا نہ بصیرت کا
یہ بھی ٹھیک ہے وہان بصر بمعنی بصیرت ہے
کیونکہ بصیرت غیر بصر ہے تو حکم رویت و رفع حجاب
و عیان محض بصیرت ہی کو ہوگا۔ اسے سمجھو کہ یہ
بہت نادر ہے۔

قوله وَاتَّخَذْتُ مِنَ الْمَلَإِ الْأَعْلٰى مُسَامِرًا وَّمُجَاوِرًا وَّمِنَ النُّوْرِ الْأَسْمٰى الْأَقْدَسِ مُزَاوِرًا وَّمُجَاوِرًا ١٢

اقول حاصل این که مونس و محب خواهند بود
برای ایشان از فضل ایزدی ملاء اعلی که
فرشتگان مقرب اند و خواهند گشت بنور حق
متواصل و متلاحق و بدوام مشاهده با حق و موانست

یعنی محض خدا کے فضل سے فرشتگان مقرب
اون کے مونس و محب ہون گے اور وہ نور حق
مین واصل و لاحق ہون گے اور بدوام مشاہدہ
حق و موانست۔

و مکالمہ در تسبیح و تہلیل چون ملائکہ خواہند بود ملأ اعلیٰ بفتح میم و لام و در آخر الف بصورت یا گروہ فرشتگان مقرب در عالم علوی چہ ملأ بفتحتین بر وزن فعل بمعنی گروہ مردم اشرف و اعلیٰ بمعنی صیغہ اسم تفضیل مسامر بمعنی افسانہ گو و محادث سخن گو مزاور زیارت کنندہ مجاور نزدیک

و مکالمت و تسبیح و تہلیل ملائکہ کی طرح ہونگے ملأ اعلیٰ بفتح میم و لام اور آخر مین الف بصورت (ی) عالم علوی کے فرشتگان مقرب کیونکہ ملأ بفتحتین بر وزن فعل بمعنی گروہ مردم اشرف و اعلیٰ بمعنی صیغہ اسم تفضیل مسامر قصہ گو محادث سخن گو مزاور زیارت کرنے والا مجاور نزدیک۔

قولہ اَجْسَادٌ اَرْضِیَّۃٌ بِقُلُوْبٍ سَمَاوِیَّۃٍ وَاَشْبَاحٌ فَرْشِیَّۃٌ بِاَرْوَاحٍ عَرْشِیَّۃٍ

اقول اولاً بدانکہ خواست شیخ کہ بعد توحید و نعت اصفیا بیان کند نعت و صفت اوشان را در ظاہر و باطن و بیان طریقہ و صحت عقول در احوال و صحت اقوال و کمال و جمال در اتباع طریقۂ انبیا کہ العلماء ورثۃ الانبیاء پس فرمود کہ اوشان بعید بنا بر ترکیب آن اجساد عنصریت اند و بقلوب کہ محل نزول اسرار خداوندیست سماوی اند یعنی بلند و ظاہر اجسام شان گرچہ خاکی است مثل اجسام غیر ولے در باطن اجسام اوشان آنہا برابر اند اشباح جمع شبح بفتحتین و در آخر حاء مہملہ بمعنی شخص و جسم و کالبد کذا فی القاموس و صاحب منتخب و بدار نیز بفتح نوشتہ۔

پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ جب حضرت شیخ نے توحید و نعت اصفیا کے بعد اون کے اوصاف ظاہری و باطنی اور اون کا صحت طریقہ اور حالات و اقوال و کمال و جمال متابعت نبوی ذکر کہ علما انبیاء کے وارث ہین بیان کرنا چاہا ہے تو فرمایا کہ وہ بوجہ ترکیب عنصری جسما ارضی یعنی پست اور قلبا (جو محل نزول اسرار خداوندی ہے) سماوی یعنی بلند ہین اور جسما اگرچہ اوروں کی طرح خاکی ہین مگر بباطن اون کے جسم اون کے برابر ہین۔ اشباح جمع شبح بفتحتین و بآخر حاء مہملہ بمعنی شخص و جسم و کالبد ۱۲ قاموس اور صاحب منتخب و بدار نے بھی زبر سے لکھا ہے۔

قوله نفوسهم فی منازل الخدمة سیّارة وارواحهم فی فضاء القرب طیّارة

اقول یعنی نفسهاے شان بعقل صحیح و طریق مستقیم در متابعت نبوی سیر کنندہ اند و ارواح شان در میدان شوق و قرب پرندہ

یعنی اون کے نفوس عقل صحیح و طریق مستقیم سے بوجہ متابعت نبوی سیر کرتے اور روحین میدان شوق و قرب مین اوڑتی ہین۔

قوله مذاهبهم فی العبودیة مشهورة واعلامهم فی اقطار الارض منشورة

اقول یعنی طریق شان متابعت و ہدایت بر مذہب اہل سنت و جماعت نہ بدعت و ضلالت حضرت خواجہ خورد می فرمایند است درویش فرقہا باہم در جنگ و جدال اند الا اہل توحید کہ ایشان را باکسے جدال نیست انتہی و اعزاز و اکرام و علو درجہ شان در اقطار ارض منتشر است

یعنی اون کا طریقہ برمذہب اہل سنت و جماعت متابعت و ہدایت ہے نہ بدعت و ضلالت حضرت خواجہ خورد فرماتے ہین کہ اے درویش تمام فرقے آپس مین لڑتے و جھگڑتے ہین سوا موحدین کے جو کسی سے نہین جھگڑتے اور اون کا اعزاز او احترام اطراف عالم مین منتشر ہے

قوله یقول الجاهل بهم فقدوا وما فقدوا ولکن سمت احوالهم فلم یدرکوا وعلا مقامهم فلم یملکوا

اقول یعنی می گوید آن کہ جاہل است از حال این صفا کیشان کہ ایشان گم شدند یعنی اکنون اولیا کجا اند پس افسوس بر جاہل کہ می گوید ایشان نیند لا بلکہ موجود اند و قایم بالحق کہ از برکت شان قیام عالم است و جہل خلق از ایشان باعث بلندی احوال ایشان است در قرب کہ خلق خود

یعنی جو شخص ان بزرگون کے حال سے جاہل ہے وہ کہتا ہے کہ وہ اب نہین رہے ایسا کہنے والے پر افسوس ہے بلکہ وہ موجود اور قائم بحق ہین اونھین کی برکت سے عالم قائم ہے اور خلق اون کو بوجہ علو مرتبت کے نہین جانتی وہ خود ہی اون سے بسبب اونکے بلند مرتبہ ہونیکے

بعید گشته است از او شان به بلندی مرتبه مختار نگرداینده اند کسے را بعلم با خویش و اکنون همین زمانه است که بشامت اعمال جهال و علماء سوء این مقربان از چشم ادراک پنهان شده چنانکه امام غزالی در احیاء از بعضے عرفا نقل می کند که سبب پنهان شدن ابدال از چشم مردم آنکه ایشان طاقت دیدن علماء وقت ندارند چراکه این علما در نفس الامر جاہلان و نزد جاہلان عالمانند۔

دور ہوگئی ہے اور نہ اونھون نے کسی کو اپنی شناخت عطا کی اور اب وہ زمانہ ہے کہ جاہلون اور علماء سوء کی شامت اعمال سے یہ حضرات چھپ گئے چنانچہ امام غزالی احیاء العلوم مین بعض عارفین سے نقل کرتے ہین کہ ابدال اس لیے مخفی ہوگئے کہ وہ علماء وقت کے دیکھنے کی تاب نہین رکھتے کیونکہ حقیقتاً یہ علماء جاہل ہین اگرچہ جاہلون کے نزدیک عالم ہین

قوله كَائِنِيْنَ بِالْجُثْمَانِ بَائِنِيْنَ بِقُلُوْبِهِمْ عَنْ اَوْطَانِ الْحِدْثَانِ

اقول در نسخهٔ صحیحه عوارف جثمان با ثاء است و در بعضے بسین هم آمده اول بالضم بمعنی بدن و تن کذا فی الصراح و ثانی بروزن فعلان جمع جسم آمده و هر دو صحیح اند یعنی اصفیا به برکت متابعت نبوی ثابت اند با خلق در اجساد و ابدان چنانکه در قرآن بشان مصطفوی آمده قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی و جدا شونده اند بقلوب خود از وطن ہاے خلق در حد حدوث کما جاء فی الحدیث انی لست کاحد کم و قال الله ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن

نسخهٔ صحیحہ عوارف مین جثمان ث سے ہے اور بعض مین سین سے ہے اول بالضم بدن و تن ۱۲ صراح اور دوم بروزن فعلان جسم کی جمع ہے اور دونون صحیح ہین یعنی اصفیا ببرکت متابعت نبوی اجساد و ابدان مین تو لوگون کے ساتھ ہین قرآن شریف مین آنحضرت صلعم کی شان مین ہے کہ کہو مین تمھاری طرح آدمی ہون مجھ پر وحی کی گئی مگر قلباً خلق سے علحدہ ہین حدیث مین ہے کہ مین تمھاری طرح نہین ہون ۔ اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ محمد تم مین سے کسی کے باپ نہین ہین بلکہ

رَسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ ودائم اند
درشاہدہ پروردگار بقلب دربیداری چون دیدن
نائم اشیار اما فرق این قدراست کہ نایم ازعدم
صحت حال درمجرد خیال می ماند وعارف در رسید کی
ازصحت حال درمشاہدہ دکمال می باشد ولیکن
نایم اگر دیدخدارا درنوم ہمچو بیداری پس این خواب
ہم کمال است اما حیوۃ ابدی نخواہد یافت زیراکہ
او در دنیاست نہ در آخرت

خداکے رسول اور خاتم النبیین ہین اور قلبی
بیداری سے ہمیشہ مشاہدہ مین ہین جیسے نائم
اشیار دیکھتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ نائم صحیح الحال
ہونے سے صرف خیال مین اور عارف بحالت
بیداری صحیح الحال ہونے سے مشاہدہ کمال مین
رہتا ہے لیکن اگر نایم نے خواب مین بیداری کیطرح
خداکی زیارت کی تو یہ خواب بھی کمال ہی مگر حیات ابدی
نہین پائیگا کیونکہ وہ دنیا مین ہے نہ آخرت مین

قولہ لِاَرْوَاحِہِمْ حَوْلَ الْعَرْشِ تَطْوَافٌ

اقول دربعض نسخ طواف آمدہ اما درنسخہ صحیحہ بصیغہ
مبالغہ یافتہ شد وطوّاف یعنی بسیار طواف کنندہ
مصدر است یعنی اسم فاعل وہردو درست اند یعنی
ارواح کاملان با ملائکہ گرد عرش طواف می کنند
وکلام حق تعالے وخطاب اومی شنوند وبر اسرار
او مطلع می شوند۔

بعض نسخون مین طواف آیا ہے مگر صحیح نسخہ مین
بصیغہ مبالغہ پایا گیا طوّاف کے معنے بہت طواف
کرنے والے کے مصدر یعنی اسم فاعل ہی اور دونون
ٹھیک ہین یعنی کاملین کی روحین فرشتون کے
ساتھ عرش کے گرد طواف کرتی اور کلام حق سنتی
اور اوس کے اسرار پر مطلع ہوتی ہین۔

قولہ وَلِقُلُوْبِہِمْ مِنْ خَزَائِنِ الْبِرِّ اِسْعَافٌ

اقول الاسعاف بالکسر حاجت رواکردن کذا
فی الصراح یعنی برائے قلوب اوشان از خزانہائے
نیکی حاجت روائی است واسعاف این جا بمعنی

اسعاف بالکسر حاجت رواکرنا ۱۲ صراح یعنی
اون کی دلی حاجتین نیکی کے خزانون سے
پوری ہوتی ہین۔ اور اسعاف یہان بمعنی

بمعنی حصہ می تواند بود و ہمین مراد است در ترجمہ
بلکہ قلوب ایشان مخازن اسرار الٰہیہ و موارد انوار اند

حصہ بھی ہو سکتا ہے اور ترجمہ مین یہی مقصود
ہے بلکہ اونکے قلوب مخزن اسرار و مورد انوار الٰہی ہین

قولہ یتنعمون بالخدمة فی الدیاجر ویتلذذون من وهج الظماء فی الهواجر

اقول دیاجر جمع دیجور یعنی شب تاریک و مراد از و
خلوت ایشان است با حق و وہج بمعنی شدت و ظما تشنگی و تشنہ
شدن و بالکسر تشنگان کذا فی المنتخب یعنی عبارت
این کہ سیرت ایشان است کہ چون بظاہر مستقیم اند
و بباطن مستدیم نعمت می گیرند در خدمت پروردگار
و لذت می گیرند از شدت تشنگی طلب روز گرم
و قاعدہ است کہ در شدت حرارت غلبہ تشنگی
می شود و در فرق گرم و سرد خیلے دشواری
پس در شدت طلب چنان بحرارت شوق تشنہ
اند کہ ہر چہ از گرم و سرد پیش می آید فرو می برند

دیاجر جمع دیجور اندھیری رات اور ہواجر جمع ہاجرہ
گرمی کی دوپہر جس سے اونکی خلوت مع الٰہی مراد ہے
وہج بمعنی شدت اور ظما پیاس و پیاسا ہونا اور بالکسر
پیاسے ۱۲ منتخب مطلب یہ ہوا کہ اونکی عادت ہے کہ
بوجہ ظاہری استقامت و باطنی قرار کے حضرت
حق سے نعمت پاتے اور شدت حرارت طلب سے
لذت لیتے ہین۔ قاعدہ ہے کہ شدت حرارت
مین پیاس کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ گرم و سرد کا فرق
دشوار ہو جاتا ہے تو شدت طلب مین حرارت شوق کے
ایسے پیاسے ہین کہ گرم و سرد جو کچھ پیش آتا ہے اوسی کو پی جاتے ہین

قولہ تسلوا بالصلوة عن الشہوات

اقول تسلّوا صیغہ جمع است از باب تفعیل تسلّی
تسلی تسلیۃ بمعنی دل نہادن و السلو خورسند شدن
قرار گرفتن منتخب است کہ سلو بفتح و بضمتین و تشدید
واو خورسند شدن و زائل شدن اندوہ و فراموش
کردن یعنی قرار می گیرند در نماز از شہوات کہ

تسلوا جمع کا صیغہ ہے باب تفعیل سے تسلی تسلی
تسلیۃ بمعنی دل لگانا اور سلو خوش ہونا اور قرار پانا
منتخب مین ہے کہ سلو بفتح و بضمتین و تشدید واو
خوش ہونا غم زائل ہونا۔ بھول جانا
یعنی نماز مین شہوات و ہوا و ہوس نفسانی سے

هوا و هوس نفسانی اند چنانچه در حدیث آمده
حبب الیّ من دنیاکم ثلاث الطیب
والنساء وقرة عینی فی الصلوٰة زیرا که صلوٰة
پیوندیست میان رب و مربوب و معراج مومن از آنکه
در صلوٰة تنویریست که در غیرش نیست پس می یابند
آنچه که می یابند ببرکت نماز و خشوع و خضوع دران
وتخصیص صلوٰة از جملہ فرایض اشارت به فضیلت
اوست بر سائر عبادات که مصلی را بر عبادت جمله
فرشتگان جامعیت می بخشد

بھول جاتے ہین ۔ حدیث مین ہے کہ دنیاوی
چیزون مین مجھے تین چیزین پسند ہین خوشبو اور
عورت اور نماز مین آنکھ کی ٹھنڈک اس لیے کہ نماز
حق اور بندہ مین علاقہ اور بندہ کی معراج ہے
کیونکہ اس مین ایک ایسی نورانیت ہے جو کسی اور
مین نہین تو اوسے جو کچھ ملتا ہے وہ خشوع و خضوع و
نماز کی برکت سے اور نماز کی تخصیص جملہ فرایض سے
بوجہ باقی عبادات پر اوسکی فضیلت کے ہے کیونکہ
نمازی نماز مین کل فرشتون کی عبادت کا جامع ہوتا ہے

قوله وتعوّضوا بحلاوة التلاوة عن اللذات

اقول تعوض عوض دادن شے را یعنی عوض
می گیرند از جملہ لذات دینی و دنیوی هم درین دنیا
به چاشنی قرارت قرآن زیرا که از و بنده را صفت
کلیمی حاصل می شود و به رفعت نگاه خود برین
طور معنی الٰهی رسیده موسیٰ وقت می شود پس
حلاوتے و لذتے بیشتر ازین چه خواهد بود فطوبیٰ
لمن له نعیم القرآن فان اهل القرآن
اهل الله خاصته لیکن هر که گوید که لذات ذکر
و مناجات و حلاوت تلاوت حجاب است پس

تعوض کسی چیز کا بدلہ دینا یعنی تمام لذات دینی و
دنیوی کا وہ اسی دنیا مین قرآن پڑھنے کی چاشنی
سے عوض لے لیتے ہین کیونکہ اس سے بندے کو
صفت کلیمی حاصل ہوتی ہے اور اپنی بلند نگاہی
سے اس طور معنی الٰہی پر پہونچکر موسائی وقت
ہوتا ہے تو اس سے بڑھکر لذت و حلاوت اور
کیا ہوگی لہٰذا جس نے نعمت قرآن حاصل کی اوسے
بشارت ہے کیونکہ اہل قرآن خاصکر اہل اللہ ہین اگر کوئی
یہ کہے کہ لذات ذکر و مناجات و حلاوت تلاوت حجاب ہین

مخصوص باہل استغراق ست در حال تلوین نہ در تمکین ونہ براے ہمہ وہر کہ قائل این ست کاذب وزندیق است بعضے فقرا جاہل زمانہ بر قول بزرگے العلم حجاب الاکبر سر استرانیدہ اند وروازحقیقت برگردانیدہ واے صدواے نمی دانند کہ مراد از علم دانستن ہستی خود است نہ علم معروف کہ دانستن آن فرض راہ سالک است

تو یہ بحالت تلوین ہے بحالت تمکین صرف اہل استغراق سے مخصوص ہے اور جو اس کا قائل ہے وہ جھوٹا اور زندیق ہے اس زمانہ کے بعض جاہل فقیر ایک بزرگ کے اس قول پر کہ علم حجاب اکبر ہے سر منڈائے ہوا اور حقیقت سے منہ پھیرے ہین افسوس اون کو یہ نہین معلوم کہ علم سے اپنا علم ہستی مراد ہے نہ علم مشہور جس کا جاننا ہر سالک پہ فرض ہے۔

قولہ یَلُوحُ مِنْ صَفَحَاتِ وُجُوْهِهِمْ بَشَرُ الْوِجْدَانِ وَيَنُمُّ عَلٰى مَكْنُوْنِ سَرَائِرِهِمْ نَضَارَةُ الْعِيَانِ

اقول یلوح از لاح یلوح مشتق از لوح بمعنی درخشیدن کذا فی الصراح بشر بمعنی بشارت آمدہ است وینم از نم ینم بمعنی ظہور سرائر بر وزن فعائل جمع سریرہ بمعنی پوشیدگی وخفا ونضارت بمعنی تازگی یعنی ظاہر از بشرہ ہاے شان خوشی قلب است کہ بر پوشیدگیہاے اسرار دلالت می کند خلاصہ این کہ حال کمال شان بر کسی مستور نیست

یلوح لاح یلوح لوحًا سے مشتق ہے جس کے معنی چمکنے کے ہین ۱۲ صراح بشر بمعنی بشارت اور ینم نم ینم سے بمعنی ظہور سرائر بروزن فعائل سریرۃ کی جمع بمعنی پوشیدگی وخفا اور نضارت بمعنی تازگی۔ یعنی اون کے بشرہ سے قلبی مسرت ظاہر ہے جو اون کے پوشیدہ اسرار پر دلالت کرتی ہے خلاصہ یہ کہ اون کا حال بالکل کسی سے پوشیدہ نہین

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

ولیکن محجوبان را کہ در حجاب ادبار اند چہ سود

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم	چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

فطوبی للمحظوظین والویل للمحرومین تازگی

اون کی پیشانیون پر سجدہ کے نشان ہین مگر محجوبان حجاب ادبار کے لیے کیا کہونکہ وہ اگر دن مین چمگادڑ نہ دیکھے تو آفتاب کا کیا قصور لہذا محظوظین کو بشارت اور محرومین پر حسرت ہی اور تازگی

عرفان دلالت می کند کہ ایشان صاحب اسرار ربانیہ اند سو سیماے پاکبازان ہر بے خبر نبیند اسرار عشق ورزی ہر باخبر نداند

عرفان اس کی دلیل ہے کہ وہ صاحب اسرار ربانیہ ہین سو پاکبازون کی پیشانی ہر بے خبر نہین دیکھتا اور عاشقی کے اسرار ہر باخبر نہین جانتا

قوله لا یزال فی کل عصر و زمان منهم علماء قائمون بالحق

اقول یعنی در ہر زمانہ از اوشان علما باللہ بودہ اند و خواہند بود کہ قائم اند بر جادۂ شریعت و جادۂ طریقت زیرا کہ قدوم ایشان باعث نزول ابر و عروج نباتات و صرف بلیات از خلق است و از ایشان قوام عالم است و ایشان عارف تام المعرفت می باشند پس جمیع احوال و افعال و حرکات ایشان حق اند فهم اهل الحق

یعنی ہر زمانے مین علماء باللہ ہوے اور ہوتے ہین اور ہوتے رہین گے جو جادۂ شریعت و جادۂ طریقت پر قائم ہین انھین کی برکت سے پانی برستا اور نباتات اوگتے اور عالم سے بلائین دور ہوتی ہین اور انھین سے دنیا قائم ہے اور وہی عارف تام المعرفت ہین جن کے کل افعال افعال حق ہین لہذا وہ اہل حق ہین۔

قوله داعون للخلق

اقول دعوت کنندگان اند خلق را بسوے حق پس طریق ایشان حق است و کلام ایشان باتباع حق

یعنی خلق کو حق کی طرف بلاتے ہین پس ان کا طریقہ حق اور ان کا کلام متابعت کے لیے حق ہے

قوله منحوا من المتابعة رتبة الدعوة وجعلوا للمتقین قدوة

اقول المنح العطاء والمتقین جمع متقی مشتق از اتقا یعنی پرہیزگاری کردن و در اصطلاح متقی آن کہ ارتکاب اوامر کند و اجتناب از نواہی نماید و فضل اتقا بسیار آمدہ است قال اللہ ان اکرمکم

منح عطا متقین جمع متقی اتقا سے مشتق بمعنے پرہیزگاری کرنا اور اصطلاح مین متقی وہی جو اوامر کو کرے اور منہیات سے بچے اور اتقا کی بہت فضیلت آئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم مین زیادہ بزرگ

عند اللہ اتقاکم۔ قدوہ بحرکات ثلثہ یعنی
پیشوا این معنی این بود کہ عطا کردہ شد ایشان
را مرتبۂ دعوت کہ مرتبۂ انبیاء است بسبب
پیروی ظاہری و باطنی ایشان و پیشوا ے
پرہیزگاران گردانیدہ شدند این تخصیص تعمیم
پرہیزگاران دلالت دارد بر شرف رتبۂ ولایت
و ازین است کہ گویند ولی نائب رسول است
و ولایت رسول از نبوت او افضل است

اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ متقی ہو۔ قدوہ بحرکات
ثلاثہ یعنی پیشوا الخ اس معنے یہ ہونگے کہ ان کو مرتبہ
دعوت جو انبیاء کا طریقہ ہے بسبب ان کی ظاہری
و باطنی متابعت کے عطا کیا گیا اور یہ پرہیزگارون
کے پیشوا کیے گئے پرہیزگارون کی تخصیص تعمیم
شرف رتبۂ ولایت کی دلیل ہے اسی لیے کہتے
ہین کہ ولی رسول کا نائب ہے اور رسول کی
ولایت اوس کی نبوت سے افضل ہے۔

قولہ فَلَا یَزَالُ فِی الْخَلْقِ آثَارُھُمْ وَیَزْھَرُ فِی الْآفَاقِ
اَنْوَارُھُمْ مَنِ اقْتَدٰی بِھِمْ اِھْتَدٰی وَمَنْ اَنْکَرَھُمْ ضَلَّ وَاعْتَدٰی

اقول الازہار روشن گردانیدن الاہتداء راہ
گرفتن یعنی اصفیا بسبب حصول مرتبۂ دعوت
کہ نتیجۂ اعمال است چنان گردیدند کہ پیوستہ
نشانہا ے آنہا در خلق ظاہر اند و انوار شان
چون آثار انبیاء روشن پس ہر کہ بہ عقیدت پی
ایشان رفت ہدایت یافت زیرا کہ متابعت
ایشان عین متابعت انبیاء است چہ کہ اینہا
نائب اند و حکم نائب و منیب یکے است پس ہر کہ
بمخالفت انکار ایشان کرد پس او خود ظلم کرد

ازہار روشن کرنا۔ اہتداء راہ لینا یعنی اصفیا بسبب
حصول مرتبۂ دعوت جو نتیجۂ اعمال ہے ایسی
ہوئے کہ ہمیشہ خلق مین اون کے نشان ظاہر اور
انبیاء کے آثار کی طرح اون کے انوار روشن ہین
جو کوئی بعقیدت ان کا متبع ہوا اوس نے ہدایت
پائی اس لیے کہ ان کی متابعت عین انبیاء
کی متابعت ہے کیونکہ یہ اون کے نائب ہین
اور نائب و منیب کا حکم ایک ہے اور جس نے
بسبب مخالفت انکار کیا اوس نے اپنے اوپر ظلم کیا

انکار بعضے اشارہ است بکمال خباثت و دعوے
مساوات معاذ اللہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور انکار بقصد دعوے ہمسری اور کمال خباثت کی دلیل
ہے معاذ اللہ خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت

فبشری لمن عظمھم وویل لمن حقرھم

تو جنھون نے اونکی تعظیم کی اونکو بشارت اور جنھون نے

وہرگاہ شیخ از حمد و نعت اصفیا در توحید فارغ
شد باز حمد کرد دوبارہ بر نعم اصفیا وفضل بود

اونکی تحقیر کی اونپر حسرت ہے پھر جب حضرت مصنف حمد و
نعت سے فارغ ہوے تو دوبارہ نعم اصفیا پر حمد کی اور فرمایا

قولہ فللہ الحمد علی ما ھیأ للعباد من برکۃ خواص حضرتہ من اھل الوداد
والصلوۃ والسلام علی نبیہ ورسولہ محمد والہ واصحابہ الاکرمین الامجاد

اقول التہیأ موجود کردن و فراہم آوردن امجاد
جمع مجد یعنی بزرگی یعنی سپاس خدا را کہ موجود گردانید
براے بندگان از برکت خاصان خود کہ اہل
دوستی اند و ہمین مراد است از اخوت اسلامی و
رحمت کاملہ نازل باد بر نبی و رسول او کہ محمد صلعم
اند و آل و اصحاب او کہ بزرگتر اند و آوردن صلوۃ
بعد الحمد اشارت است باتمام شکر حق باید دانست
کہ صلوۃ اصلش صلوت بفتحات ثلثہ واو الف شد
و این لفظ اسم تصلیہ است و لہذا مفعول مطلق صلی
واقع شود و مشترک لفظی است نزد عبد اللہ ابن عباس
و تابعین ایشان کما ھو المشہور یعنی چون منسوب
بود با شد رحمت است کہ در کلام الٰہی بود یا در کلام

تہیا موجود کرنا اور جمع کرنا امجاد جمع مجد یعنی بزرگی
یعنی خدا کے لیے تعریف ہے جسنے اپنے بندون کے
لیے خاص لوگون کی وجہ سے جو اہل محبت ہین برکت
دی جس سے اخوت اسلامی مقصود ہے اور اوسکے نبی و
رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے آل و اصحاب پر جو
سب سے بزرگ ہین رحمت کاملہ نازل ہو حمد کے بعد صلوۃ
لانا اتمام شکر حق کی طرف اشارہ ہے جاننا چاہیے کہ
صلوۃ کی اصل صلوت بفتحات ثلثہ ہے واو الف ہو گیا اور یہ
لفظ تصلیہ کا اسم ہے اور اسی لیے مفعول مطلق صلی کا واقع ہوتا ہے
حضرت عبد اللہ ابن عباس اور انکے تابعین کے نزدیک
مشترک لفظی ہے جیسا کہ مشہور ہے یعنی جب خدا کیطرف منسوب
ہو گی خواہ اوس کے کلام مین ہو یا بندہ کے کلام مین

بنده مراد ازان رحمت است واگر منسوب ملائکه
باشد استغفار واگر به مومنین بود دعا وازهری در
تهذیب اللغات از ابن الاعرابی می آرد که اگر
از طیور و هوام بود تسبیح است وجزری در نهایه
می گوید معنی صلی الله علیه وسلم آن ست که حق
تعالی آنحضرت را در دنیا باعلای ذکر و ترقی
اسلام و در عقبی به شفاعت امت و تضعیف ثواب
بر اعمال عظمت بخشد ومشترک معنوی ست نزد بعضی
محققین یعنی موضوع برای عطوفت و افادت الخیر
که مشترک است در معانی مذکوره کما ذهب الیه
صاحب المغنی وازین جاست که امام غزالی
می فرماید الصلوة موضوعة للقدر المشترک
الثلاثة المذکورة وهو الاعتناء بالمصلی
علیه انتهی و در معنی این لفظ اختلافهای
دیگر است که این رساله گنجایش آن ندارد و کتابت
الف بواو شهرت دارد وصاحب جامع الرموز
در بیان این لفظ می نویسد الفها مبدلة عن
الواو ولم تکتب بها فی غیر القرآن کما
قال ابن درستویه وهی یا مشتق است ازشا

تو رحمت مراد ہوگی اور اگر فرشتوں کی طرف منسوب
ہوگی تو استغفار اور اگر مومنین کی طرف منسوب ہوگی
تو دعا۔ ازہری تہذیب اللغات میں ابن اعرابی سے
نقل کرتے ہیں کہ اگر چڑیوں کی طرف منسوب ہوگی
تو تسبیح اور علامہ جزری نہایہ میں لکھتے ہیں کہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے یہ معنے ہیں کہ خدا آنحضرت کو دنیا میں اعلائے ذکر
و ترقی اسلام اور عقبی میں شفاعت امت و تضعیف ثواب
اعمال سے عظمت بخشی اور بعض محققین کے نزدیک مشترک
معنوی ہے یعنی عطوفت و افادہ خیر کے لیے جو معانی مذکورہ
میں مشترک ہے بنایا گیا ہے یہی صاحب مغنی کا بھی مذہب
ہے اور یہیں سے امام غزالی فرماتے ہیں کہ صلوۃ
قدر مشترک ثلاثہ مذکورہ کے لیے موضوع ہے جو اعتنا
بالمصلی علیہ ہے انتہی اور اس کے معنوں میں اور
بھی اختلاف ہے جس کی گنجائش اس رسالہ میں
نہیں اور اوس کے الف کی کتابت واو سے مشہور ہے
صاحب جامع الرموز اس لفظ کے بیان میں لکھتے
ہیں کہ اس کا الف واو سے بدل دیا گیا اور مع الالف
ت قرآن کے سوا اور کہیں نہیں لکھا گیا جیسا کہ
ابن درستویہ نے کہا اور یہی یا بنا بمعنی رفع سے

بمعنی رفع و یا از انبا بمعنی اخبر و میان نبی و رسول
خصوص و عموم است هذا هو مذهب اهل السنة
والجماعة بدلیل قوله تعالی وما ارسلنا
قبلک من رسول ولا نبی صرح به الفاضل
اللاهوری فی بعض حواشیه و مذهب معتزله
آن ست که رسول و نبی متحد بالذات و مغایر
بالاعتبار والمفهوم‌اند یعنی ازین جهت که لفظ رسول
ارسلنا و آنچه مفید این معنی باشد در حق شے وارد
شده است رسول است وازین جهت که لفظ
نبی و مرادفش در شانش وارد گردیده نبی است
وازین جاست که علامه تفتازانی در شرح مقاصد
نسبت این قول قائل مساوات گردیده لیکن
ظاهر آیت مذکوره و قوله تعالی وکان رسولا نبیا
ازان انکار می کند و نزد بعضے رسول عام است از
نبی که انسان و فرشته هر دو را شامل است بخلاف
نبی که مخصوص است به انسان و مؤید این معنی است
قوله تعالی وکان رسولا نبیا و نزد بعضے بودن
کتاب و شریعت جدیده در مفهوم نبی شرط است
و برین تقدیر بینهما تباین باشد والتفصیل

مشتق ہے یا انبا بمعنی اخبر سے اور نبی و رسول میں
عموم و خصوص ہے جو اہل سنت و جماعت کا مذہب
ہے بدلیل آیت وما ارسلنا قبلک[1] جس کی
تصریح فاضل لاہوری نے اپنے بعض حواشی میں کی
اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ نبی و رسول ذاتاً ایک
اور مفہوماً غیر ہیں یعنی اس لیے کہ لفظ رسول و ارسلنا
وغیرہ اوس کے حق میں وارد ہوئے وہ رسول ہے
اور اس لیے کہ لفظ نبی اور اوسکے ہم معنے اوس کی
شان میں وارد ہوئے نبی ہے۔ اور اسی لیے
علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں ان کے قول
کو مان کر قائل مساوات ہوئے مگر آیت مذکور
اور ظاہر آیت وکان رسولا نبیا اس کا منکر
(اور تھا رسول اور نبی)
ہے اور بعض کے نزدیک رسول نبی سے عام
ہے کیونکہ وہ انسان اور فرشتوں دونوں پر شامل
ہے بخلاف نبی کے جو انسان سے مخصوص ہے
جس کی مؤید آیت وکان رسولا نبیا
ہے اور بعض کے نزدیک جدید شریعت و کتاب کا
نہ ہونا مفہوم نبی میں مشروط ہے اور اس صورت
میں دونوں میں فرق ہوگا جس کی تفصیل

[1] اور نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی نبی اور نہ رسول ۱۲

فی المطولات محمد وجہ تسمیہ آنحضرت باین اسم
مبارک وفور محمودیت ایشان بمجرد پیدائش است
و باب تفعیل از حمد مفید معنی مبالغہ و کثرت می باشد
و لہذا فاضل اسفراینی در اطول می آرد کہ از حمد
دو اسم برای مبالغہ اشتقاق یافتہ یکے محمد برای
مبالغہ محمودیت دوم احمد برای مبالغہ حامدیت
و آلہ لفظ آل اسم جمع است اصلش نزد سیبویہ آل کہ
در اصل اہل بود بدلیل تصغیرش اہیل وھذا
ھو المشہور والمسلم عند البصریین و نزد کسائی
سر آمد کوفیان اصلش اول بالتحریک بدلیل تصغیرش
اویل وھذا ھو الموثوق عند الکوفیین
قال الکسائی سمعت اعرابیا فصیحا یقول
آل و اویل و اھل و اھیل وھکذا نقل عن
الاصمعی ایضا و این قول باعتبار قیاس اولی
زیراکہ خلاف قیاس برین مذہب لازم نمی آید
اما اہیل می تواند کہ تصغیر اہل باشد کما یدل علیہ
قول الاعرابی المذکور بلکہ بعضے از محققین برین معنی
تصریح کردہ اند مثل فاضل چلپی کہ در منہیات
حواشی مطول می گوید قد سمع اویل فی تصغیر آل

مطولات میں ہے ۔ محمد آنحضرت صلعم کی وجہ تسمیہ اس
نام نامی سے بوجہ آپ کی وفور محمودیت پیدائشی کے
ہے اور حمد باب تفعیل سے مفید معنی مبالغہ و کثرت
کے ہے اسی لیے فاضل اسفراینی اطول میں لکھتے
ہیں کہ حمد سے مبالغہ کے دو اسم مشتق ہوئے ایک
محمد مبالغہ محمودیت کے لیے دوسرا احمد مبالغہ حامدیت
کے لیے وآلہ لفظ آل اسم جمع ہے جس کی اصل
سیبویہ کے نزدیک آل ہے کہ اصل میں اہل تھا بدلیل
تصغیر اہیل اور یہی مشہور اور بصرہ والوں کے نزدیک
مسلم ہے اور سرگروہ کوفیین کسائی کے نزدیک اسکی
اصل اول بالتحریک بدلیل اوس کی تصغیر اویل کے
تھی اور یہی کوفیوں کے نزدیک درست ہے کسائی نے
کہا کہ میں نے ایک فصیح اعرابی کو آل و اویل و اہل و اہیل
کہتے سنا اور ایسا ہی اصمعی سے بھی منقول ہے اور
یہ قول باعتبار قیاس اولے ہے کیونکہ یہاں خلاف قیاس
لازم نہیں آتا ہے لیکن اہیل ممکن ہے کہ اہل کی تصغیر ہو
جس پر قول اعرابی دلالت کرتا ہے بلکہ بعض محققین
نے اسی کی تصریح کی ہے جیسے فاضل چلپی کہ منہیات
حواشی مطول میں لکھتے ہیں کہ تصغیر آل اویل سنی گئی

وهذا دليل على ان الفه منقلبة عن الواو
واما اهيل تصغير اهل ولا داعي الى جعله
تصغير آل ليكون الفه بدل همزة مبدلة
بل لا دليل عليه انتهى بلفظه ومثل فاضل
اسفرائني كه در اطول می گوید فاهيل ليس تصغيرًا
للاهل لا للآل ومثل علامهٔ ازهری که در
تهذيب اللغات می آرد قال ابو العباس احمد
بن يحيى اختلف الناس في الآل فقال طائفة
آل النبي من اتبعه قرابة كانت او غير
قرابة واهله ذو قرابة تبعا او غير متبع و
قالت طائفة الآل والاهل واحد واحتجوا
بان الآل اذا صغر قيل اهيل فكان الهمزة
هاء كقولهم هنرت الثوب وانرته اذا
جعلت له علما قال وروى الفراء عن
الكسائي في تصغير آل اويل فقال
ابو العباس فقد زالت تلك العلة وصار
الآل والاهل اصلين لمعنيين انتهى
بالجملة تصغيرات مذكوره دلالت برين معنی دارند که
اهيل تصغير اهل است نه آل که تصغيرش اويل

جو اس بات کی دلیل ہے کہ اوس کا الف واو سے
بدل دیا گیا مگر اہل کی تصغیر اہیل تو کوئی اس کے
آل کی تصغیر ہونے کا مدعی نہین کہ اوس کا الف
بدل ہمزہ مبدلہ ہو بلکہ اس پر کوئی دلیل نہین انتہے اور
ایسے ہی فاضل اسفرائنی بھی اطول مین لکھتے ہین کہ
اہیل نہ تو اہل کی تصغیر ہے نہ آل کی یا علامۂ ازہری
تہذیب اللغات مین لکھتے ہین کہ ابو العباس احمد بن
یحییٰ نے کہا کہ آل مین اختلاف ہے بعض کے نزدیک
آل نبی وہ لوگ ہین جو قرابتہ یا غیر قرابتہ آپ کے تابع
ہون اور اہل وہ ہین جو آپ کے قرابت دار ہون
تابع ہون یا نہ ہون اور بعض کے نزدیک آل و اہل
ایک ہین اون کی یہ دلیل ہے کہ آل کی جب تصغیر
کی جائیگی تو بوجہ ہمزہ کے ہا ہو جانے کے اہیل کہا
جائیگا بسبب اون کے اس قول کے کہ هنرت الثوب
الخ اور فراء نے کسائی سے آل کی تصغیر اویل روایت
کی ابو العباس نے کہا کہ پھر یہ علت زائل ہوگئی
اور آل و اہل یہ دو معنون کی اصل ہوگئی انتہے
بالجملہ تصغیرات مذکورہ اس پر دلالت کرتے ہین کہ
اہیل اہل کی تصغیر ہے نہ آل کی جس کی تصغیر اویل

می آید و مؤید این معنی است فرقے کہ میان آل
واہل بوجوہ عدیدہ ثابت شدہ اول آنکہ اضافت
آن مخصوص بذوی العقول است پس اضافت
نمی شود بسوے اللہ و حق و زمان و مکان و معانی
و حرف و لہذا آل الحق و آل العصر و آل الزمان
و آل العلم و الاسلام و آل التجارۃ مستعمل نہ شود.
بخلاف اہل فانہ اعم ھکذا فی حاشیۃ الچلپی
و ابی القاسم علی شرح التلخیص و غایۃ الہدایۃ
علی شرح ہدایۃ الحکمۃ متفرقا دوم آنکہ
اضافتش از میان ذوی العقول مخصوص بہ ذکور
است و لہذا آل فاطمہ نمی گویند بخلاف اہل
کذا فی منہیہ حاشیۃ فاضل الچلپی سوم آنکہ اضافتش
از میان ذکور باشراف و ارباب عظمت مخصوص
است و لہذا آل حائک و آل حجام نباید بخلاف
اہل و ھکذا فی کثیر من الکتب چہارم آنکہ
اضافتش بسوے ضمیر غیر مستحسن و نادر و لہذا
در کلام مجید نیامدہ و در احادیث بطور ندرت دیدہ
شد بلکہ نزد کسائی و ابوبکر زبیدی ممنوع مگر تحقیق
آن ست کہ اضافتش بسوے ضمیر در کلام مجید

آتی ہے اور اس کی تائید اوس فرق سے ہوتی ہے
جو آل و اہل میں کئی وجہوں سے ہے اول یہ کہ۔
آل کی اضافت ذوی العقول سے مخصوص ہے
لہذا وہ اللہ و حق و زمان و مکان و معانی و پیشہ
کی طرف مضاف نہ ہوگا اور اسی لیے آل حق و آل عصر
و آل زمان و آل علم و اسلام و آل تجارت مستعمل نہ ہوگا
بخلاف اہل کے کہ وہ اعم ہے ایسا ہی حاشیہ چلپی و
حاشیہ ابی القاسم بر شرح تلخیص و غایۃ الہدایۃ حاشیہ
شرح ہدایۃ الحکمۃ میں متفرقا ہے دوسرے یہ کہ اسکی
اضافت ذوی العقول میں ذکور سے مخصوص ہے اور
اسی لیے آل فاطمہ نہیں کہتے بخلاف اہل کے جیسا کہ منہیہ
حاشیہ فاضل چلپی میں ہے تیسرے یہ کہ اوس کی
اضافت ذکور میں شریفوں اور بزرگوں سے مخصوص
ہے اور اسی لیے آل حائک و آل حجام نہیں آتا بخلاف
اہل کے اور یہ بہت سی کتابوں میں ہے چوتھے یہ کہ
اوس کی اضافت ضمیر کی طرف کم اور نا جائز ہے اور اسی
لیے کلام مجید میں نہیں ہے اور احادیث میں کبھی کبھی
ہے بلکہ کسائی و ابوبکر زبیدی کے نزدیک ممنوع ہے مگر
تحقیق یہ ہے کہ ضمیر کی طرف اسکی اضافت کلام مجید میں

ثابت است چنانکہ فاضل چلپی در منہیہ شرح از
مرادی شرح الفیہ نقل کردہ وحق بجانب اوست
لما روی عن افصح العرب والعجم صلی اللہ
علیہ وسلم آلی کل مومن تقی الی یوم الفنا
رواہ التمام فی فوائدہ کذا فی الشمنی و ازین
تحقیق ثابت شد کہ قول بعض اضافت آل
بسوی مضمر در حدیث نیامدہ غلط است اگر
پرسند چون اضافت آل مخصوص باشراف و ارباب
عظمت است باید کہ تصغیرش نیاید زیرا کہ تصغیر
دلالت بر حقارت کند جوابش آنکہ این دلالت
مطلقاً مسلم نیست بلکہ ممکن کہ برای عظمت باشد
و بر تقدیر تسلیم از حقارت آل حقارت مضاف الیہ
آن کہ عظمتش مقصود است لازم نمی آید و لو فرض
حقارت من وجہ منافی عظمت بوجہ دیگر نیست
زیرا کہ عظمت مراتب دارد و ھذا مما یتعلق بہ لفظا
واما باعتبار معنی در آن پنج مذہب است اول
بمعنی اتباع و ھو مذھب جابر بن عبد اللہ
وسفیان الثوری ومختار بعض اصحاب
الشافعی والمرجح عند النووی والازھری

ثابت ہے جیسا کہ فاضل چلپی نے منہیہ مین مرادی
شرح الفیہ سے نقل کیا اور حق بجانب بھی وہی ہے
چنانچہ افصح العرب والعجم صلعم سے مروی ہے کہ میری
اولاد ہر مومن متقی ہے قیامت تک اس کو تمام نے
اپنے فوائد مین روایت کیا جیسا کہ شمنی مین ہے اس
تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ بعض کا یہ قول کہ اضافت
آل مضمر کی طرف حدیث مین نہین آئی غلط ہے اگر
کہین کہ جب آل کی اضافت شریفون اور بزرگون سے
مخصوص ہے تو اسکی تصغیر نہ آنا چاہیے کیونکہ تصغیر حقارت
پر دلالت کرتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دلالت
مطلقاً مسلم نہین بلکہ ممکن ہے کہ عظمت کے لیے ہو
اور اگر ہو بھی تو حقارت آل سے حقارت مضاف الیہ
جس کی عظمت مقصود ہے لازم نہین آتی علاوہ اس کے
ایک وجہ سے حقارت دوسری وجہ سے عظمت کی
منافی نہین کیونکہ عظمت کے مراتب ہین اور یہ اوس
سے لفظاً متعلق ہے مگر معنے اوس مین پانچ مذہب
ہین اول بمعنی اتباع جو جابر بن عبد اللہ وسفیان
ثوری و بعض اصحاب شافعی کا مذہب و مختار
ہے اور نووی و ازہری کے نزدیک مرجح

دوم بنو ہاشم و بنو المطلب و هو مذهب الشافعی
سوم بنو ہاشم فقط و هو مذهب امامنا
الاعظم و مختار بعض المالکیة چہارم
ازواج و بنات و داماد آنحضرت و اولاد ایشان
و نزد بعضے خدم نیز پنجم اہلبیت است بالجملہ معنی
اول مصداق آل حسبی است و بواقی مصداق
آل نسبی و لنعم ما قیل چنانکه زکوة و صدقہ مال بر
آل نسبی حرام است صدقہ علم که عبارت از تقلید
در علوم است بر آل حسبی او که علماء راسخین و
اولاد روحانی او یند حرام است و چون مصنف از
حمد و صلوة فارغ شد شروع کرد در بیان نیت خویش
درین تالیف شریف پس فرمود

دوسرے بنی ہاشم و بنو مطلب بر مذہب شافعی
تیسرے صرف بنو ہاشم ہمارے امام اعظم اور بعض مالکیہ
کے نزدیک چوتھے آنحضرت صلعم کی بیبیاں بیٹیاں
و داماد و اولاد اور بعض کے نزدیک خادم بھی پانچویں
اہل بیت بالجملہ پہلے معنی آل حسبی اور باقی آل نسبی
کے مصداق ہیں اور کیا خوب کہا گیا ہے کہ جس طرح
زکوة و صدقہ مال آل نسبی پر حرام ہے اوسی طرح صدقہ
علم یعنی علوم میں تقلید اون کی آل حسبی یعنی علماء
راسخین و اولاد روحانی پر حرام ہے پھر حضرت
مصنف نے حمد و صلوة سے فارغ ہو کر اس تالیف
شریف سے جو اپنی نیت تھی وہ بیان کرنا شروع
کی لہذا فرمایا۔

ثُمَّ اِنَّ اِیْثَارِیْ لِهَدْیِ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ وَ مَحَبَّتِیْ لَهُمْ لِشَرَفِ حَالِهِمْ وَ صِحَّةِ طَرِیْقِهِمْ
الْمَبْنِیَّةِ عَلَی الْکِتَابِ وَ السُّنَّةِ الْمُتَحَقَّقِ بِهِمَا مِنَ اللّٰهِ الْکَرِیْمِ ذِی الْفَضْلِ وَ الْمِنَّةِ

اقول یعنی اختیار من راه نیک و سیرت این قوم را
و محبت من با ایشان از انست که دانا ام از بزرگی
حال و صحت طریقه آنها که مبنی بر کتاب و
سنت است که ثابت است از خدائے بزرگ
صاحب فضل و احسان۔

یعنی میں نے جو ان کے عادات اختیار کیے اچھے
اون سے محبت ہے وہ اس لیے کہ میں
اون کی بزرگی اور صحت طریقہ سے جو کتاب اللہ
سے ثابت اور سنت رسول اللہ پر مبنی ہے زیادہ
واقف ہوں۔

قوله حدانی ان اذبّ عن هذه العصابة هذه الصبابة

اقول یعنی انگیخت مراد باعث شد و عصابہ
بالکسر نوعے از جامہ کہ بدان سر بندند و دستار را
نیز گویند و گروہے از مردم و مراد این جا ہمین
گروہ صوفیہ است و صبابہ بالضم بقیۂ آب در
ظرف و مقصود ازو این جا ہمین کتاب است و
ذب بمعنی نرم رفتن یعنی خواستم کہ بہ نرمی دفع کنم
ازین جماعت صوفیہ صافیہ باین کتاب و
بنمایم طالب را کہ صوفی کیست و تصوف چیست
و ماہیت آن چہ واللہ عندہ ام الکتاب

یعنی مجھکو آمادہ کیا اور باعث ہوا۔ عصابہ بالکسر
وہ کپڑا جس سے سر باندھتے ہین اور پگڑی کو بھی
کہتے ہین اور آدمیون کا گروہ یہان گروہ صوفیہ
ہی مراد ہے اور صبابہ بالضم پیالے مین بچا ہوا
پانی جس سے یہان مراد یہی کتاب ہے اور ذب
نرم چلنا یعنی مین نے چاہا کہ بہ نرمی اس کتاب
مین صوفیہ صافیہ پر سے اعتراضات دفع کرون
اور طالب کو بتاؤن کہ صوفی کون اور تصوف
اور اوس کی ماہیت کیا ہے

قوله واُولّف ابوابًا فی الحقایق والآداب معربة عن وجه الصواب فیما اعتقدوه مشعرة بشهادة صریح العلم فیما اعتقدوه

اقول و جمع کنم ابواب در بیان حقایق و آداب
کہ ظاہر کنند وجہ صواب و حق در ان شے کہ
ایشان را اعتماد بر وست مخبرہ بشہادت صریح
علم معتقدات آنحضرات را و علم دو قسم است اول
علم باللہ کہ بلا واسطہ حاصل شود نہ علم النفس
و ہمین علم وراثت است و مخصوص بصوفیہ کہ
وعلمناہ من لدنا علما دیگر علم برہان قاطع

اور حقایق و آداب کے بیان مین ابواب جمع
کرون جو اون کے معتقدات صحیح ہونے کو ظاہر
کردین اور اون کے معتقدات کی صریحی شہادت
دین اور علم کی دو قسمین ہین علم باللہ جو
بلا واسطہ حاصل ہو نہ علم نفس اور یہی علم
وراثت مخصوص بہ صوفیہ کہ علمناہ[1]
من لدنا علما اور علم بہ برہان قاطع

[1] اور سکھایا ہمنے اوسکو اپنے پاس سے علم ۱۲

که قرآن وحدیث واجماع وقیاس است این عام است برای عام در ان شی که او شان را اعتقاد است اکنون سبب تالیف می نگارد ومی فرماید

یعنی قرآن وحدیث واجماع وقیاس سے اور یہ عام کے لیے اون کے اعتقادیات مین عام ہے اب سبب تالیف لکھتے اور فرماتے ہین۔

قوله حَيْثُ كَثُرَ الْمُتَشَبِّهُوْنَ بِهِمْ وَاخْتَلَفَتْ اَحْوَالُهُمْ وَتَسَتَّرَ بِزِيِّهِمُ الْمُتَسَتِّرُوْنَ وَفَسَدَتْ اَعْمَالُهُمْ وَسَبَقَ اِلَى قَلْبِ مَنْ لَا يَعْرِفُ اُصُوْلَ سَلَفِهِمْ سُوْءُ ظَنٍّ وَكَادَ لَا يَسْلَمُ مِنْ دَقِيْقَةِ فَهْمٍ وَطَعْنٍ ظَنًّا مِنْهُ اَنَّ حَاصِلَهُمْ رَاجِعٌ اِلَى مُجَرَّدِ رَسْمٍ وَعَائِدٌ اِلَى مُطْلَقِ اِسْمٍ

اقول التستر در پرده شدن یعنی چونکه متشبه با ایشان بسیار شدند واحوال شان مختلف شد و پرده پوشیدند بلباس ایشان ناکسان وتباه شدند اعمال آنها وبدگمان شد آنکه نمیداند اصول بزرگان سلف را وقریب است که تسلیم نه کند از طعن کردن درانها باین خیال که حاصل صوفیه راجع به مجرد رسم وعائد بمطلق اسم است خلاصه این که اکنون بفساد زمان وتغیر اخوان ماند راس طریق حق وظهور سوء ظن از تصوف صرف نام ونشان باقی مانده است صوفی ومتصوف کجا قول حسن بصری راست آمده است که مسلمانان در گور ومسلمانی در کتاب پس از تالیف این

تستر چھپنا یعنی چونکہ ان سے مشابہ لوگ بہت ہو گئے اور اون کے حالات مختلف ہوے اور ان کے لباس مین نالایق لوگ آکر چھپے اور اون کے اعمال تباہ ہوے اور کچھ دور نہین کہ بزرگون کے اصول سے ناواقف شخص بدگمان ہو کر طعن سے یہ کہنے لگے کہ مقاصد صوفی صرف رسم وخصوصیات اور محض برائے نام ہین غرضکہ اب زمانہ کی خرابی اور اخوان طریقت کی تباہی اور تصوف کی بربادی وبدگمانی سے اس کا صرف نام ونشان باقی رہ گیا ہے صوفی کون ومتصوف کہان حضرت حسن بصری کا ارشاد درست ہے کہ مسلمان قبر مین اور مسلمانی کتاب مین ہے تو اس تالیف سے

مولف خواست کہ حق را ظاہر و باطل را مسخ گرداند اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا وَاجْعَلْنَا مِنْ اَحِبَّائِكَ وَاَصْفِيَائِكَ

مولف نے حق کو ظاہر اور باطل کو مسخ کرنا چاہا یا الٰہی ہم کو محفوظ رکھ اور زمرۂ احباب و اصفیا مین داخل کر

قوله وَمَا حَضَرَنِي فِيهِ مِنَ النِّيَّةِ اَنْ اُكَثِّرَ سَوَادَ الْقَوْمِ بِالْاِعْتِزَاءِ اِلٰى طَرِيقِهِمْ وَالْاِشَارَةِ اِلٰى اَحْوَالِهِمْ فَقَدْ وَرَدَ مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ وَاَرْجُوْا مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيمِ صِحَّةَ النِّيَّةِ فِيهِ وَتَخْلِيصَهَا مِنْ شَوَائِبِ النَّفْسِ

اقول الاعتزاء الانتساب یعنی نیت و قصد من آنچہ کہ درین ہنگام تالیف است این است کہ بسیار کنم سواد قوم را بہ نسبت کردن سوے طریقہ شان و ایما باحوال آنہا کہ داخل در مصداق حدیث شوم کہ ہر کہ بسیار کند سواد یعنی آثار قوم را پس او از اوشان و در اوشان شمار کردہ خواہد شد و امیدوارم از خداے بزرگ آیندہ صحیح ماندن نیت را درین تالیف و خلاصی آن از آمیزشہاے نفس لاَنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ۔

اعتزاء انتساب یعنی میری نیت اس تالیف سے یہ ہے کہ مین سواد قوم اون کے طریقے اور حالات لکھکر بڑھاؤن تاکہ اس حدیث کا مصداق ہو جاؤن کہ جو شخص آثار قوم بڑھائے وہ اونھین مین گنا جائے گا اور مین خدا سے اس تالیف مین آیندہ بھی نیت آمیزش نفس سے خالی اور صحیح رہنے کا امیدوار ہون کیونکہ نفس برائی ہی سکھاتا ہے بجز اوس کے جس پر خدا رحم کرے۔

قوله وَكُلُّ مَا فَتَحَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيَّ فِيهِ مِنَحٌ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيمِ وَعَوَارِفُ وَاَجَلُّ الْمِنَحِ عَوَارِفُ الْمَعَارِفِ

اقول عوارف جمع عارفہ یعنی عطیہ و معارف جمع معرفت یعنی شناخت و مراد از عوارف اینجا نام کتاب است یعنی و ہمہ آنچہ کہ حق بر من کشادہ درین

عوارف جمع عارفہ یعنی عطیہ اور معارف جمع معرفت یعنی پہچان یہان عوارف سے نام کتاب مراد ہے یعنی جو کچھ خدا نے مجھ پر اس

تالیف احسان است ازو و اجلّ و اعظم بخشش عوارف المعارف است۔

تالیف مین ظاہر کیا وہ اوس کا احسان ہے اور سب سے بڑی بخشش عوارف المعارف ہے

قوله والکتاب یشتمل علی نیف وستّین بابًا

اقول النیف الزیادة علی العقدة ما لم یبلغ العقدة کذا فی صحف اللغة یعنی و این کتاب شامل بر شصت و چند باب است

نیف وس پر زیادتی کو کہتے ہین جب تک دوسری گرہ نہ پہونچے جیسا کہ صحف اللغت مین ہے یعنی یہ کتاب ساٹھ اور چند بابون پر شامل ہے

قوله والله الموفق

اقول یعنی الله توفیق دہندہ است توفیق در لغت بمعنی دست دادن کسے را بکارے و در اصطلاح متوجہ کردن اسباب بحصول مطلوب خیر و این تخصیص خیر از شر باعتبار عرف است نہ لغت و فہرست کتاب این است باب[۱] اول در منشأ علوم صوفیہ باب[۲] دوم در تخصیص صوفیہ بحسن استماع باب[۳] سوم در بیان فضیلت علم صوفیہ و اشارت بقدرے ازان باب[۴] چہارم در شرح حال صوفیہ و اختلاف طریقہ شان باب[۵] پنجم در ذکر ماہیت تصوف باب[۶] ششم در ذکر تسمیہ ایشان باین اسم عالی باب[۷] ہفتم در متصوف و متشابہ بصوفی باب[۸] ہشتم در ذکر ملامتی و شرح حال او باب[۹] نہم در

یعنی اللہ ہی توفیق دینے والا ہے توفیق کے لغوی معنے ہاتھ بٹانے کے ہین اور اصطلاحی معنے اچھی بات کے حاصل کرنے کے لیے اسباب جمع کرنا اور شر سے خیر کی تخصیص عرفی ہے نہ لغوی۔ فہرست کتاب یہ ہے۔ پہلا باب منشأ علوم صوفیہ مین دوسرا باب تخصیص صوفیہ بحسن استماع تیسرا باب فضیلت علم صوفیہ کے متعلق چوتھا باب حال صوفیا اور اون کے اختلاف طریقہ کی شرح مین پانچوان باب ماہیت تصوف کے ذکر مین چھٹا باب اون کے اس نام نامی سے موسوم ہونیکے بیان مین ساتوان باب متصوف و متشابہ بصوفی کے بیان مین آٹھوان باب ملامتی اور اسکے حال کی شرح مین نوان با

ذکر آنانکہ منسوب می کنند خود را بصوفیہ و حالانکہ
صوفی نیستند باب[10] دہم در شرح رتبۂ مشیخت باب[11]
یازدہم در شرح حال خادم و مشبہ بخادم باب
[12] دوازدہم در شرح خرقۂ مشایخ صوفیہ باب[13] سیزدہم در
فضیلت ساکنان رباط باب[14] چہاردہم در مشابہت
اہل رباط باہل صفہ باب[15] پانزدہم در خصایص
اہل رباط با عہد و پیمان باہمی باب[16] شانزدہم در
اختلاف احوال مشایخ در سفر و حضر باب[17] ہفدہم در
این کہ مسافر بسوے چہ چیز محتاج است در فرایض
و فضایل باب[18] ہیژدہم در قدوم یعنی باز آمدن از
سفر و داخل شدن در رباط باب[19] نوزدہم در ذکر حال
صوفی متسبب باب[20] بستم در شرح حال آن کہ بخورد
از فتوح باب[21] بست و یکم در شرح حال متجرد و
متاہل از صوفیہ و صحت مقاصد شان
باب[22] بست و دوم در قول سماع قبولاً و ایثاراً
باب[23] بست و سوم در رد و انکار سماع باب
[24] بست و چہارم در سماع ترفعاً و استغناءً باب[25] بست و
پنجم در سماع تادباً و اعتناءً باب[26] بست و ششم در
خاصیت اربعینات کہ متعارف صوفیہ است

اون لوگون کے ذکر مین جو خود کو صوفی کہتے ہین حالانکہ
صوفی نہین ہین دسوان باب مرتبۂ مشیخت کی شرح
مین گیارھوان باب خادم و مشابہ بخادم کی شرح
مین بارھوان باب خرقۂ مشایخ صوفیہ کی شرح مین
تیرھوان باب ساکنان رباط کی فضیلت مین چودھوان
باب اہل صفہ سے اہل رباط کی مشابہت کے ذکر مین
پندرھوان باب خصایص اہل رباط باہمی عہد و پیمان مین
سولھوان باب مشایخ کے حالات سفر و حضر مختلف ہونیکے
بیان مین سترھوان باب یہ کہ مسافر فرایض و فضائل مین
مین کن کن چیزون کا محتاج ہے۔ اٹھارہوان
باب سفر سے رباط مین واپس آنے کے بیان
مین اونیسوان باب صوفی متسبب کے حال
مین بیسوان باب فتوح کھانے والے کے بیان
مین اکیسوان باب صوفی مجرد و متاہل اور اونکی
صحت مقاصد کے بیان مین بائیسوان باب
قبول سماع مین تیئیسوان باب رد و انکار سماع
مین چوبیسوان باب ترفع و استغنا از سماع مین
پچیسوان باب سماع مین بلحاظ ادب و اعتنا چھبیسوان
باب صوفیہ کے مقرر چلون کی خاصیت مین۔

قوله فهذه الابواب محررات بعون الله تعالى مشتملة على بعض علوم الصوفية و احوالهم و مقاماتهم و آدابهم و اخلاقهم و غرائب مواجيدهم و حقائق معرفتهم و توحيدهم و دقيق اشاراتهم و لطيف اصطلاحاتهم

اقول پس این بابها اند که نوشتم به توفیق حق شامل بر بعض علوم و احوال صوفیه زیراکه علوم و کمالات صوفیه دریاے ناپیداکنار است عبور آن بجز ناخداے کشتی شکستگان حدوث و امکان دیگرے را میسر نیست۔

تو یہ وہ باب ہیں جن کو میں نے بتوفیق الٰہی بعض علوم واحوال و مقامات و آداب و اخلاق و وجدان و حقایق و معارف و توحید و اشارات دقیق و اصطلاحات لطیف حضرات صوفیہ پر لکھا کیونکہ علوم و کمالات حضرات صوفیہ دریاے ناپیداکنار ہیں جس سے عبور سوا اوس ناخداے کشتی شکستگان حدوث و امکان کے میسر نہیں

قوله فعلومهم كلها انباء عن وجدان واعتزاء على عرفان

اقول الانباء الاخبار یعنی علوم صوفیه مخبر اند از وجدان نه برهان و نسبت کننده اند بعرفان مصدر بمعنی اسم فاعل است۔

انباء بمعنی اخبار یعنی علوم حضرات صوفیہ وجدان سے مخبر اور عرفان سے منسوب ہیں نہ برہان سے عرفان مصدر اسم فاعل کے معنے میں ہے

قوله وذوق تحقق بصدق الحال ولم يف باستيفائه صريح المقال

یعنی و علوم شان ذوق است و ثابت شده بصدق حال و نه کفایت کرده است باستیفاے او گفتگوی صریح یعنی بعبارت صاف بیان آن تمام و کمال نمی شود و مراد از ذوق چیزیست که حاصل شود از ثمرات تجلی و نتایج و حال آنچه فرود آید بر قلب

یعنی اون کے علوم ذوقی اور سچے ہیں جنکے پورے طور پر بیان کرنے کو صریح گفتگو کافی نہیں یعنی صاف عبارت میں اون کا پورا بیان نہیں ہو سکتا اور ذوق وہ ہے جو ثمرات تجلی و نتایج کشف سے حاصل ہو اور حال وہ ہے جو دل پر

از مسرت و انشراح و حزن و قبض و بسط و خوف
و رجا و ارادہ و طلب و شوق از کشف انوار و
ذوق اسرار ورنہ محض وسوسۂ خیال است و
تحقیق اینہا از کتب باید طلبید مختصر مناسب
مقام آنکہ بعضے گفتہ اند کہ التجلی رفع حجب
البشریۃ لان نور ذات الحق و تجلی سہ
قسم است یکے تجلی ذات و علامتش اگر از بقا
وجود سالک چیزے ماندہ باشد فنائے ذات
تلاشی صفات است در سطوات انوار و آن را صعقہ
گویند چون حال موسی کہ او را ازین تجلی از خود ربودند
و فانی کردند فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ
دکا و خر موسی صعقا چون ازین سبحانہ
طلب رویت و مشاہدہ ذات کرد و ہنوز بقیۃ
البقا بعد الفنا نرسیدہ و بقایائے صفات وجودش
برقرار بود بدلالت ارنی بوقت تجلی نور ذات
طور نفس وجودش متلاشی و مندک گشت و بقیۂ
از طلب رویت و مشاہدہ بود برجاست و اگر
از بقایائے وجود فانی بکلی منقلع شدہ باشد
و حقیقتش بعد از فنائے وجود بقائے مطلق واصل گشتہ

یوجہ مسرت و انشراح و حزن و قبض و بسط و خوف و رجا
و ارادہ و طلب و شوق کشف انوار و ذوق اسرار نازل ہو
ورنہ محض وسوسۂ خیال ہے جسکی پوری تحقیق کتابوں
میں دیکھنا چاہیے مختصر مناسب مقام یہ ہے کہ بعض کہتے
ہیں کہ تجلی رفع حجابات بشریت ہے تاکہ ذات حق روشن
ہوجاوے اور تجلی کی تین قسمیں ہیں ایک تجلی ذاتی
جس کی علامت یہ ہے کہ اگر کچھ بھی وجود سالک
باقی رہ گیا تو سطوات انوار میں فنائے ذات و
تلاشی صفات ہے اور اس کو صعقہ کہتے ہیں جیسا کہ حال
حضرت موسے علیہ السلام اس تجلی سے بیخود و فانی
ہو گئے جب اونکے رب نے پہاڑ پر تجلی کی تو اوسے
ریزہ ریزہ کر دیا اور موسے بیہوش ہو کر گرے چونکہ خدا
سے اونھوں نے رویت و مشاہدۂ ذات چاہا تھا
اور مرتبۂ البقا بعد الفنا پر پہونچے نہ تھے اور بدلالت ارنی
بقایائے صفات وجود برقرار تھے نور ذات کی تجلی سے
طور نفس وجود ریزہ ریزہ ہو گیا جو کچھ مشاہدہ و رویت
کی طلب باقی تھی وہ باقی رہی اور اگر وجود
فانی کچھ بھی باقی نہ رہا اور اوس کی حقیقت
فنا ہو کر وجود باقی سے مل گئی —

بنور ازلی ذات ازلی را مشاهده کند این خلعتیست
خاص که رسول الله صلعم را بخشیدند و شرفیست
خاص که او را چشانیدند و از صبابات این جام
خاص جرعه در کام جان متابعان او ریختند تا
فرمود صلعم که اُعْبُدِ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ و این معنی
اقتضاے تفضیل ولی بر نبی نمی کند چه ولی این
مرتبه بخود نیابد بلکه بکمال متابعت رسول یابد
عبد الله ابن عمر وقتی در طواف بود یکی برو
سلام کرد جواب نداد و بعد از ان با وے اظهار
شکایت کرد عبد الله گفت کنا نری الله فی
ذلک المکان قسم دوم تجلی صفات است و
علامت آن اگر ذات قدیم بصفات جلال تجلی
کند از عظمت و قدرت و کبریا و جبروت خشوع و
خضوع بود اذا تجلی الله لشیء خضع له
و اگر بصفات جمال تجلی کند از رافت و رحمت و
لطف و کرامت انس و سرور بود و معنی این نیست
که ذات ازلی تعالی و تقدس به تبدل و تحول
موصوف بود تا وقتی بصفت جلال و وقتی بصفت جمال
متجلی شود لیکن بمقتضاے مشیت و خلاف استعداد

تو نور ازلی سے ذات ازلی کا مشاہدہ کریگا اور یہ ایک خاص
خلعت ہے جو رسول اللہ صلعم کو عطا فرمایا گیا اور وہ
مخصوص شربت ہے جو اونھیں کو پلایا گیا اور اوسی کے
چند گھونٹ اونکے تابعین کو پلائے گئے آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اوسکو دیکھتے ہو اور
اس سے ولی کی فضیلت نبی پر نہین پائی جاتی کیونکہ
ولی کو یہ مرتبہ خود نہین ملتا بلکہ آنحضرت صلعم کی کمال
متابعت سے ملتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر ایک
وقت طواف کعبہ کر رہے تھے کسی نے اونھین سلام
کیا اونھون نے جواب نہ دیا دوسری بار اوسکی شکایت کی تب
فرمایا کہ مین اللہ کو اس مکان مین دیکھ رہا تھا دوسری قسم تجلی
صفات ہے جسکی علامت یہ ہے کہ اگر ذات قدیم بصفات
جلال یعنی عظمت قدرت و کبریا و جبروت متجلی ہو تو خضوع
و خشوع ہوتا ہے اللہ جب کسی چیز پر تجلی کرتا ہے تو وہ اوسکے
لیے پست ہو جاتی ہے اور اگر بصفات جمال یعنی رافت و
رحمت و لطف و کرامت تجلی کرتا ہے تو انس و سرور ہوتا ہے
جسکے معنے یہ نہین ہین کہ ذات ازلی تبدل و تحول سے
موصوف ہو کر کبھی بہ جلال اور کبھی بجمال متجلی ہوتی
ہے بلکہ یہ بمقتضاے مشیت و اختلاف استعداد

گاہے صفت جلال ظاہر بود و صفت جمال
باطن و گاہے برعکس قسم سوم تجلی افعال است و علامت
آن قطع نظر از افعال خلق و اسقاط اضافت خیر
و شر و نفع و ضرر و استواء مدح و ذم و قبول و رد خلق
بود چہ مشاہدہ مجرد فعل الٰہی سالک را از اضافت
احوال بخود معزول گرداند و اول تجلی کہ بر سالک
آید در مقامات سلوک تجلی افعال بود آنگاہ تجلی
صفات و بعد ازان تجلی ذات زیرا کہ افعال آثار
صفات اند و صفات مندرج ذات پس افعال
تجلی نزدیک تر از صفات بود و صفات نزدیکتر
از ذات و شہود تجلی افعال را محاضرہ خوانند و
شہود تجلی صفات را مکاشفہ و شہود تجلی ذات را
مشاہدہ و مشاہدہ حال ارواح است و مکاشفہ
حال اسرار و محاضرہ حال قلوب و بعضے گفتہ اند

علامة تجلی الحق للاسرار هو ان لا یشهد

السر ما یتسلط علیه التعبیر و یحویه

الفهم فمن عبر او فهم فهو حاضر استدلال

لا ناظر اجلال و مشاہدہ آنکہ درست می آید
کہ بوجود مشہود دائم بود و نہ بخود چہ حدثانے را طاقت

کبھی صفت جلال ظاہر ہوتی ہے اور صفت
جمال باطن اور کبھی برعکس تیسری قسم تجلی افعال
ہے جس کی علامت یہ ہے کہ افعال خلق سے قطع نظر
ہو اور اضافت خیر و شر و نفع و ضرر ساقط ہو جائے اور
قبول و رد خلق کی پروا نہ رہے کیونکہ صرف فعل الٰہی کا
مشاہدہ سالک کو اپنی جانب حالات منسوب کر دینے سے
معزول کر دیتا ہے سالک پر مقامات سلوک مین
پہلے تجلی افعالی ہوتی ہے پھر صفاتی پھر ذاتی کیونکہ
افعال آثار صفات اور صفات شامل ذات ہین تو
افعال صفات سے قریب اور صفات ذات مین شامل
ہین شہود تجلی افعالی کو محاضرہ اور شہود تجلی صفاتی
کو مکاشفہ اور شہود تجلی ذاتی کو مشاہدہ کہتے
ہین مشاہدہ ارواح کا اور مکاشفہ اسرار کا اور
محاضرہ قلوب کا حال ہے اور بعضون کے نزدیک

اسرار پر تجلی حق کی علامت یہ ہے کہ سر اوس کے

مشاہدہ کی تعبیر نہ کر سکے اور نہ سمجھ مین وہ آوے

تو جس نے تعبیر کی یا سمجھا وہ حاضر استدلال ہے

نہ ناظر اجلال اور مشاہدہ حقیقی وہ ہے جو بوجود
مشہود دائم ہو نہ بخود کیونکہ حادث کو طاقت

تجلی نور قدم نتواند بود تا شاہد در مشہود فانی نشود
وبدو باقی نگردد مشاہدۂ او نتواند کرد آورده اندکہ
قومے از قبیلۂ مجنون بعد از مشاہدۂ آثار حرقت
فراق و شدت اشتیاق بر چہرۂ حال مجنون روزے
بشفاعت بسوے قبیلۂ لیلے رفتند و گفتند
چہ شود اگر لحظۂ دیدۂ مجنون بہ مشاہدۂ
جمال لیلے منور گردد قوم گفتند ازین قدر
خستے نیست ولیکن مجنون خود طاقت دیدار
لیلے ندارد آخر او را حاضر کردند و گوشۂ خرگاہ
لیلے بر داشتند نظرش بر عطف دامن لیلے
افتاد بیہوش گردید فی الجملہ ہرگاہ حق
بافعال خود متجلی شود افعال خلق دران
مستتر گردند و ہرگاہ بہ صفات متجلی بود صفات
وافعال خلق ہر دو مستتر گردند ہرگاہ بذات متجلی
شود ذات وصفات وافعال خلق ہر سہ مستتر
گردند و حکیم مطلق از جہت عالم حکمت و توسیع
آثار رحمت بر خواص حضرت خود بقایا ے صفات
نفوس کہ منشا استتار اند باقی گذارد تا رحمتے بود ہم
در حق ایشان و ہم در حق دیگران اما در حق ایشان

تجلی نور قدیم کی تاب فقط وہ مشہود مین فانی اور
اوسی سے باقی ہو دشوار ہے چنانچہ بیان کرتے ہین
کہ جب مجنون کے قبیلہ والون نے مجنون کی حرقت
فراق و شدت اشتیاق دیکھی تو ایک روز قبیلۂ لیلے
مین سفارش کرنے گئے جا کر کہا کہ اگر مجنون کچھ دیر
لیلے کی زیارت کرلے تو کیا حرج اونھون نے کہا کہ
کچھ حرج نہین مگر مجنون کو خود دیکھنے کی طاقت
نہین۔ آخر مجنون کو بلایا اور لیلے کے خیمے
کا کونہ اوٹھایا جب اوس کی نظر لیلے کے
دامن پر پڑی تو بے ہوش ہوگیا۔ غرض
حق کی تجلی افعالی مین خلق کے محض
افعال اور تجلی صفاتی مین افعال و
صفات دونون اور تجلی ذاتی مین
ذات وصفات وافعال تینون چھپ جاتے ہین
اور حکیم مطلق بسبب عالم حکمت و وسعت
آثار رحمت اپنے خاص لوگون پر اون کے
صفات (جو منشاے استتار ہین) باقی رہنے
دیتا ہے جو اون کے نیز دوسرون کے
لیے رحمت ہے اون کے حق مین تو اس لیے

مصالح نفوس قیام نمایند و ببقاے آن درجات قرب حاصل کنند واما در حق دیگران تا در عین فنا در بحر جمع متلاشی و مستغرق نشوند و وجود ایشان سبب انتفاع دیگران بود و برخے از علماے صاحب دل بر آنند کہ استغفار آنحضرت طلب این ستر بود تا مستغرق عین شہود نگردد و بہ رابطہ وجود بشریت مردم ازو منتفع شوند و حق تعالے بہ جنسیت نفس رسول را منت نہاد آنجا کہ فرمود لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم و مراد از حال پیش صوفیہ واردات غیبی اند از عالم علوی کہ گاہ گاہ بدل سالک از مقام اعلے ادنے فرود آمدہ فرامی برد و برہان طریقت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرمود الحال نازلۃ تنزل بالقلب ولا تدوم و مراد از مقام مرتبہ ایست از مراتب سلوک کہ در تحت قدم سالک آید و محل استقامت او گردد و زوال نہ پذیرد و لیس حالے کہ نسبت بفوق دارد و در تحت تصرف سالک نیاید بلکہ وجود سالک

کہ اپنے ذاتی مصالح پر قائم رہکر اوس کے بقا سے درجات قرب حاصل کرین اور دوسرون کے حق مین اس لیے تا کہ وہ عین فنا مین بحر جمع مین مستغرق نہون اور اون کے وجود سے دوسرون کو فائدہ پہونچے بعض علماء صاحب دل کے نزدیک آنحضرت صلعم کا استغفار اسی لیے تھا تا کہ عین شہود مین مستغرق نہ ہو جائین اور بوجہ رابطہ وجود بشری آپ سے لوگ فائدہ اوٹھائین اور حق تعالے نے بوجہ جنسیت ذات اقدس آنحضرت صلعم کی امت پر احسان کیا چنانچہ فرمایا لقد جاءکم رسول[1] اور صوفیہ کے نزدیک حال سے مراد واردات غیبی عالم علوی ہین جو کبھی کبھی سالک کے دل پر نازل ہو کر اوسے ادنے مقام سے اعلے مقام پر لیجاتے ہین برہان طریقت حضرت جنید بغدادی فرماتے ہین کہ حال وہ ہے جو قلب پر نازل ہو مگر ہمیشہ نہ رہے اور مراتب سلوک مین مقام سے وہ مرتبہ مراد ہے جو سالک کی زیر قدم آئے اور اوسکا محل استقامت ہو اور زائل نہو تو حال وہ ہے جو منسوب بفوق ہو اور سالک کے تصرف مین نہ آئے بلکہ وجود سالک

[1] البتہ آیا ہے تمہارے پاس رسول تمہین مین سے بھاری ہوتی ہے اوس پر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہے تمہاری ایمان والون پر شفقت رکھتا اور مہربان ہے ۱۲

محل تصرف او بود و مقام که نسبت بحق دارد
محل تصرف سالک بود و ازین جهت صوفیه گفته
اند الاحوال مواهب والمقامات مکاسب
با آن که هیچ مقام از مداخلت حالی خالی نباشد
و هیچ حالی از مقارنت مقامی جدا نه و منشأ
اختلاف اقوال مشایخ قدس الله اسرارهم در
احوال و مقامات ازین جاست که یک چیز را بعضی
حال خوانند و بعضی مقام چه جمله مقامات در بدایا
احوال باشند و در نهایات مقام شوند چنانکه توبه
و محاسبه و مراقبه هر یک در ابتدا حالی بود در معرض
تغیر و زوال و در انتها بمقارنت کسب مقام گردد پس
جمله احوال محفوف بود به مکاسب و جمله مقامات
محفوف بود به مواهب و فرق آنست که در احوال
مواهب ظاهر بود و مکاسب باطن و در مقامات
مکاسب ظاهر بود و مواهب باطن و بعضی مشایخ
خراسان گفته اند که الاحوال مواریث الاعمال
و ازین جاست قول حضرت علی بن ابی طالب
کرم الله وجهه سلونی عن طرق السموات فانی
اعرف بها من طرق الارض یعنی طرق وصول

اوس کا محل تصرف ہے اور مقام وہ ہے جو منسوب
بحق ہو اور سالک کا محل تصرف اسی سبب سے صوفیہ
کے نزدیک حالات مواہب اور مقامات مکاسب ہیں
باوجودیکہ کوئی مقام کسی حال کی مداخلت سے خالی
نہیں ہوتا اور نہ کوئی حال مقام سے علیحدہ اور احوال
مقامات میں مشایخ کے اختلاف اقوال کا منشا یہی
سے ہے کہ ایک چیز کو بعض حال کہتے ہیں اور بعض
مقام کیونکہ کل مقامات ابتدا میں حالات ہو کر انتہا
مقامات ہو جاتے ہیں جیسے توبہ و مراقبہ و محاسبہ
کہ ہر ایک ابتدا میں حال قابل تغیر و زوال
ہوتا ہے پھر کسب و اکتساب سے مقام ہو جاتا ہے
تو کل حالات مکاسب پر موقوف اور کل مقامات
مواہب میں مخفی ہوتے ہیں فرق یہ ہے کہ حالات
میں مواہب ظاہر اور مکاسب باطن اور مقامات
میں مکاسب ظاہر اور مواہب باطن ہوتے ہیں
اور بعض مشایخ خراسان کہتے ہیں کہ حالات مورث
اعمال ہیں اور اسی لیے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے
ارشاد کیا کہ آسمانوں کے رستے مجھ سے پوچھو کیونکہ میں زمین کے رستوں سے
زیادہ اونکو جانتا ہوں یعنی حالات پر جو تحقیقی کہ طریقہ

باحوال که بجهت فوقیت نسبت به سموات دارند
از من بپرسید که من می شناسم آن را بطرقی که از
جهت تحتیت نسبت بزمین دارند و آن مقامات
اند از توبه و زهد و صبر و غیر آن که وسایط استنزال
احوال اند و بعضی مشایخ بر آنند که حال آن ست که
ثبات و استقرار نیابد بلکه چون برق پدید آید و زایل
گردد و اگر باقی و ثابت ماند حدیث النفس بود و بعضی
بر آنند که تا ثابت و باقی نشود آن را حال نخوانند چه
حلول اقتضای ثبوت کند و چیزی که چون برق
لامع گردد و فی الحال منطفی شود اسم حال بر وی راست
نیاید و این مذهب اختیار حضرت شیخ صاحب العوارف
ست که فرمود بقای حال مایه حدیث النفس نشود
الا حالی ضعیف که نفس قوی آن را در وقت لمعان
سلب کند و اما احوال قویه هرگز ممتزج به نفس نشوند
چنانکه روغن به آب و هر وارد که چون برق
لامع گردد و در حال منطفی شود آن را به اصطلاح متصوفه
لایح و لامع و طالع و طارق خوانند ظهور آن مستعقب
خفا بود و کشف مستلزم استتار چنانکه ابو عثمان حیری
گفت منذ اربعین سنة ما اقامنی الله

جو بسبب فوقیت سموات سے نسبت رکھتے ہین مجھسے پوچھو
کہ مین اونکو جانتا ہون بہ نسبت اُن طریقون کے جو
بوجہ تحتیت زمین سے نسبت رکھتے ہین اور وہ مقامات
توبہ و زہد و صبر وغیرہ ہین جو حالات وارد ہونیکا ذریعہ
ہین اور بعض مشایخ کے نزدیک حال وہ ہے جو قائم
نہو بلکہ بجلی کی طرح ظاہر ہو کر زائل ہو جائے اور اگر باقی
رہے تو وہ حدیث نفس ہے اور بعض کے نزدیک
تا وقتیکہ قائم نہو اسے حال نہ کہین گے کیونکہ حلول
مقتضی ثبوت ہے اور جو چیز بجلی کی طرح چمک جاے
اوسے حال کہنا ٹھیک نہین اور یہی حضرت شیخ
صاحب عوارف کا مذہب ہے فرماتے ہین کہ بقاے
حال مایہ حدیث نفس نہین ہوتا البتہ حال ضعیف
جسے نفس قوی چمک کے وقت سلب کرتا ہے لیکن
قوی حالات ہرگز نفس سے نہین ملتے جس طرح
تیل پانی مین اور جو وارد بجلی کی طرح چمک جاے اُسکو
اصطلاح صوفیہ مین لائح و لامع و طالع و طارق کہتے
ہین جسکے ظہور و کشف کے ساتھ ہی خفا و استتار ہوتا ہے
چنانچہ حضرت ابو عثمان حیری نے فرمایا کہ چالیس
سال سے جس حال مین مجھے اللہ نے رکھا

ف حال فکر هته واین اشارت است بدوام
رضا و شک نیست که رضا از جمله احوال است پس
دوام حال مستلزم حدیث نفس نبود و همچنین اختلاف
کرده اند دران که سالک را تصحیح مقامیکه قدمگاه
اوست پیش از ترقی بمقام فوق آن ممکن بود
یا نه حضرت جنید رح گفته است که ممکن است که بنده
از حالے بحالے ارفع ازان ترقی کند پیش از انکه حال
اول تمام شود بلکه هنوز بقیه ازان بروی مانده بود
و چون بحالے فوق آن ترقی کند از انجا بحال اول
اطلاع یابد و آن را تصحیح کند و خواجه عبد الله
انصاری رح گفته که تصحیح هیچ مقامے ممکن نبود
الا بعد از ترقی بمقامے فوق آن تا سالک از مقام
اعلے بمقام ادنے نگردد و آن را تصحیح کند و حضرت
شیخ شهاب الدین سهروردی رح بران ست که هیچ
سالک را پیش از تصحیح مقام که قدمگاه اوست
ترقی بمقام فوق آن میسر نشود ولیکن قبل ترقی
از مقام اعلے حالے بروی نازل شود که بواسطه
نزول آن مقام بروے مستقیم گردد و یا ترقی او
از مقامے بمقامے بلند تر محض موهبت الٰهی

مین نے اوسے برا نہ جانا اور اس سے دوام رضا
کی طرف اشارہ ہے اور اسمین شک نہین کہ رضا بھی
منجملہ حالات سے ہے تو دوام حال ستلزم حدیث نفس نہین
اور اسی طرح اس مین بھی اختلاف ہے کہ سالک کو اوس
مقام کی تصحیح جو اوسکا قدمگاہ ہے اوس سے اعلے
مقام پر ترقی سے قبل ممکن ہے یا نہین حضرت جنید رح
کے نزدیک تو ممکن ہے کہ بندہ ایک حال سے دوسرے
حال پر جو اوس سے اعلے ہے پہلے حال کے تمام ہونے
بلکہ ہنوز کچھ باقی رہنے کے قبل ترقی کرے اور جب اوس
حال سے ترقی کرتا ہے تب پہلے حال کی اطلاع پاتا
اور اوس کی تصحیح کرتا ہے اور حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری
فرماتے ہین کہ کسی مقام کی تصحیح بلا اوس سے اعلے مقام
پر ترقی کیے ممکن نہین جبتک سالک اعلے سے ادنے
مقام کی طرف واپس ہوگا تصحیح نہ کریگا اور حضرت شیخ
شہاب الدین سہروردی فرماتے ہین کہ کسی سالک کے اوس
مقام کی تصحیح سے پہلے جو اوسکا قدمگاہ ہے اعلے مقام
پر ترقی میسر نہین ہوتی مگر ترقی سے پہلے اعلے مقام سے ایک
حال اوسپر نازل ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس مقام پر قائم ہو جاتا
یا ایک مقام سے دوسرے مقام پر اسکی ترقی محض موہبت الٰہی

بود نه بکسب خود تا ترقی از ادنے باعلے نزدیک نشود از اعلے بادنے حالے نازل نگردد و حمل تقرب بنده بخدا و تقرب خدا به بنده بر حدیث من تقرب الیّ شبراً تقربت الیه ذراعاً بر مقامات و احوال کردن مطابق است پس تقرب بنده بکسب و سلوک در مقام خود و تجلب جذبۂ الٰهی در صورت نزول حال. مولانا محمد امین نقشبندی در رساله می نگارد و باید دانست که دیدن مقام دیگر است و رسیدن به آن دیگر و تمکن و تحقق دران دیگر دیدن تعلق به علم دارد و رسیدن به عمل و تمکن و تحقق بحال مثلاً اول مقامات توبه است پس دیدن این مقام بمعنی دانستن است یعنی حقیقت توبه چیست چون حقیقت آن را دانست گویا آن را دید و رسیدن بآن مقام بمعنی عمل کردن است و مقتضاے آنچه لازمۂ این مقام است به عمل و تکلف و تمکن و تحقق درین مقام باین معنی است که آنچه مقتضاے آن مقام است بے عمل و بے تکلف از سر حال وارد وی ذوق ازان بوقوع آید و قس علی هذا

سے ہو نہ اپنے کسب سے ادنےٰ درجہ تک ادنےٰ سے اعلےٰ پر ترقی قریب نہین ہوتی تب تک اعلےٰ سے ادنےٰ پر کوئی حال نازل نہین ہوتا اور حمل تقرب بندہ بخدا و تقرب خدا بہ بندہ حدیث من تقرب الیّ المومن مقامات و احوال پر کرنا درست ہے کیونکہ بندہ کا اپنے مقام پر کسب و سلوک سے تقرب حال نازل ہونے کی صورت مین جاذبۂ آلٰہی کا متجلب ہے مولانا محمد امین نقشبندی رسالہ مین لکھتے ہین کہ دیکھنا اور مقام ہے اور اوس پر پہونچنا اور مقام اور اوسمین ٹھہرنا اور مقام ہے دیکھنا علم سے متعلق ہے اور پہونچنا عمل سے اور ٹھہرنا حال سے مثلاً پہلا مقام توبہ ہے تو اوس مقام کا دیکھنا اوس کا جاننا ہے یعنی یہ توبہ کی حقیقت کیا ہے جب اُس کی حقیقت جان گیا تو گویا اوس مقام کو دیکھا اور اوس مقام پر پہونچنا اوس کے لوازم و مقتضیات پر عمل کرنا ہے اور ٹھہرنا یہ ہے کہ اوس کے مقتضیات بلا عمل و تکلف ذوقاً و حالاً اوس سے واقع ہون اور اسی پر ——

سلہ جو شخص میری طرف بالشت بھر قریب ہوا مین اوس کی طرف گز بھر قریب ہوتا ہون ۱۲-

مقام الزهد والتوکل والصبر والشکر
والرضا وغیرها چون کسے نیک تامل می کند
می یابد در هر مقامے از مقامات حالے که مذکور
اند در مقام توبه پس مقام عبودیت که اعلیٰ و
ارفع مقامات است دران مقام نیز این سه
حالت است دیدن و رسیدن و تمکن و متحقق شدن
دیدن مقام یعنی دانستن آن مقام است و تمکن
متحقق شدن یعنی آنکه صدور حسنات و خیرات و
مبرات حق او را حال شود و مقتضاے این مقام
عبودیت است هر که باین مقام می رسد و تمکن و
متحقق می شود در همه حال تفتیش احوال لازم او گردد
یعنی همواره نفس خود را متهم داشته جست و جوے
عبودیت نفس خود می کند هر چند به عنایت لطف
و کرم حق سبحانه از عیوب پاک شده باشد اما خود را
خالی از عیب و تقصیر نمی داند و اعتراف به تقصیرات
و ذنوب شیوه خود ساخته از شر نفس و شیطان
پناه به خداے تعالےٰ می جوید کما دل الحدیث
الآتی عن ابی هریرة قال قال ابوبکر
یا رسول الله امرنی بشیء اقوله اذا اصبحت

زہد و توکل و صبر و رضا و شکر وغیرہ کو قیاس کرنا
چاہیے اور غور کرنے سے ان مقامات میں سے
ہر مقام میں یہ تینوں حال پائے جاتے ہیں تو مقام
عبودیت جو تمام مقامات سے اعلےٰ ہے اوس میں
بھی یہی تینوں حالتیں ہیں دیکھنا اور پہونچنا
اور ٹھہرنا مقام دیکھنا یعنی اوس کا جاننا اور
اوس میں قائم ہونا یعنی صدور حسنات و خیرات
و مبرات حق اوس کا حال ہو جاوے اور اس کا
مقتضا عبودیت ہے جو کوئی اس پر پہونچا اور
قائم ہوتا ہے تو ہر وقت کی تفتیش حال اوس پر
لازم ہو جاتی ہے یعنی ہمیشہ وہ اپنے نفس کو متہم
رکھکر اوس کی عبودیت کی جستجو کیا کرتا ہے اگرچہ
بعنایت الٰہی تمام عیوب سے پاک بھی ہو جاوے
تو بھی خود کو قصوروار و خاطی پاتا ہے اور خدا سے
ہر وقت نفس و شیطان کے شر سے پناہ مانگتا
رہتا ہے جس پر حضرت ابوہریرہ کی یہ
حدیث دلالت کرتی ہے اونھون نے فرمایا کہ
حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے
کوئی ایسی چیز بتائیے جسے میں صبح و شام

مسیت قال قل اللهم یا عالم الغیب والشهادة
فاطر السموات والارض رب کل شی واشهد
ان لا اله الا انت اعوذ بك من شر نفسی ومن
شر الشیطان وقله اذا اصبحت واذا امسیت
واذا اخذت مضجعك رواه الترمذی وابن
ماجة وابوداؤد والدارمی ونیز باید دانست که
خضوع وخشوع وانکسار وادب وحرمت وخشیت لازم
وقت صاحب این مقام می گردد قال الله تعالی
انما یخشی الله من عباده العلماء وقال صلی الله
علیه وسلم انا اعلمکم بالله واخشاکم له و
قیل سئل واحد من اولیاء الکبار ما التصوف
قال التصوف کله ادب پس هر که تامل در آیات
واقوال مشائخ می کند میداند که مقتضای عبودیت
چیست اگر کسی گمان برد که بمقام عبودیت
رسیده ام باید دید که مقتضیات این مقام را ازهم
شرائط آن گزارده و ادا شده باید دانست که تمکن و
تحقق دارد ورنه نه واما رسیدن وتمکن وتحقق شدن
از آثار وعلامات است چون آثار وعلامات یافته شود

پڑھا کرون آپ نے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ یا
عالم الغیب والشھادۃ الخ صبح وشام
اور سوتے وقت پڑھا کرو اسے ترمذی وابن ماجہ
وابوداؤد ودارمی نے روایت کیا اور خشوع و
خضوع وانکسار وادب وحرمت وخوف اوس
مقام والے کے لازم حال ہو جاتے ہین۔ اللہ
تعالے فرماتا ہے کہ اللہ سے اوس کے عالم
بندے ہی ڈرتے ہین۔ یا۔ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ مین تم سب سے زیادہ اللہ کو جانتا اور اوس
سے ڈرتا ہون ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ
تصوف کیا ہے فرمایا کہ تصوف بالکل ادب ہے
تو جو کوئی آیات واقوال مشائخ مین غور کرتا ہے
وہ جانتا ہے کہ مقام عبودیت کا مقتضا کیا ہے
اگر کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ مین مقام عبودیت
پر پہونچ گیا تو دیکھنا چاہیے کہ مقتضیات عبودیت
اس سے ادا ہوتے ہین یا نہین اگر ادا ہوتے ہون
تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اس پر متمکن ہے ورنہ نہین کیونکہ
پہونچنا اور ٹھہرنا اسکے آثار وعلامات سے ہے جب وہ پائی جاینگے

ملہ اے اللہ اے غیب وشہادت کے جاننے والے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے پروردگار ہر چیز کے گواہی دیتا ہون مین
اس بات کی کہ نہین کوئی معبود سوا تیرے اے اللہ پناہ مانگتا ہون مین اپنے نفس کی برائی اور شیطان کی برائی سے۱۲

پس تمکن و تحقق معلوم پس طالب صادق را باید
که بدیدن ہر مقام خرسند و دربند نشود بلکہ بحصول
آن مقام شکر ایزدی بجا آرد و سعی نماید کہ بآن
مقام رسد و رسیدن را غنیمت شمرد ولیکن مقتضائے
علو ہمت آن است کہ بآن نیز اکتفا نکند بلکہ سعی
نماید کہ دران متمکن و متحقق گردد و بہ مضمون آیہ
کریمہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ
سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ثُمَّ یُجْزٰہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی
وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَہٰی مشرف و بہرہ مند شود
اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔

تو تمکن بھی نہ پایا جائیگا لہذا طالب صادق
کو سیر مقامات پر مطمئن و خوش نہ ہونا چاہیے
بلکہ اوس کے حصول پر خدا کا شکر اور اوس کی
کوشش کرنا چاہیے کہ اوس مقام پر پہونچ جائے
اور پہونچنے کو غنیمت سمجھے مگر مقتضائے علو ہمت
تو یہ ہے کہ اوس پر بھی اکتفا نہ کرے بلکہ اوسمین
ٹھہرنے کی کوشش کرے اور بہ مضمون آیہ کریمہ
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَہٗ
سَوْفَ یُرٰی۔ الخ۔ مشرف ہو۔ یا اللہ ہمکو
اپنے پسندیدہ امور کی توفیق دے

قولہ لِاَنَّھَا مَوَاھِبُ رَبَّانِیَّۃٌ وَمَنَائِحُ حَقَّانِیَّۃٌ

اقول مواہب جمع موہبت بمعنی بخشش و منائح
جمع منحہ بمعنی عنایت یعنی علوم قوم بخششہائے
ربانیہ اند و عنایتہائے حقانیہ کہ بفکر و کسب
حاصل نمی گردد الحق ع این کار دولت است
کنون تا کرا دہند۔

مواہب جمع موہبت بمعنی بخشش و منائح جمع منحہ
بمعنی عنایت یعنی علوم قوم خدا کی بخششین اور
عنایتین ہین جو فکر اور کسب سے حاصل
نہین ہوتین۔ بے شک یہ بڑی دولت ہے
جس کو چاہین دین۔

قولہ اِسْتَنَارَ لَھَا صَفَاءُ السَّرَائِرِ وَخُلُوْصُ الضَّمَائِرِ

اقول فرودمی آرد آن علوم را صفاء سرازکدورت
یعنی سر کا التفات بغیر کی کدورت سے صاف ہو

[1] نہین ہے انسان کے لیے مگر جو کچھ کہ وہ کوشش کرے اور بے شک عنقریب وہ اپنی کوشش دیکھیگا پھر اوسکو
بدلا دیا جائیگا پورا بدلا اور البتہ طرف پروردگار کے پورا ہونا ہے ۱۲

التفات بالغیر و بہ خلوص دل از ذمائم و رذائل
و بدان کہ در بعضے حواشی عوارف است کہ اعلم
ان السرائر کالمرائی وھی اذ صقلت وقعت
فی مقابلۃ بنور الشمس استنارت تلک
المرائی انعکاس نور الشمس الیہا و این
جملہ صفت ماقبل خود است اے نزول مواہب
مخصوص است بہ صفائے قلب۔

اور دل کا بری باتون اور کینہ جرکتون سے پاک
ہونا ان علوم کو اوتار لاتا ہے۔ بعض حواشی
عوارف مین ہے کہ اسرار آئینون کی طرح ہین
کہ جب وہ جلا کرکے آفتاب کے سامنے لائے
جاتے ہین تو ان مین عکس نور آفتاب آجاتا ہے
اور یہ جملہ اپنے ماقبل کی صفت ہے یعنی نزول
مواہب صفائے قلب سے مخصوص ہے۔

قولہ فَاسْتَعْفَتْ بِکُنْہِہَا عَنِ الْاِشَارَۃِ وَطَمَحَتْ عَلَی الْعِبَارَۃِ

اقول الاستعفاء سرکشی کردن و الطمح بر کردن۔
یعنی مشکل گردیدند مواہب از اخبار اشارۃ بذاتہا
و بلند اند از احاطہ عبارت خلاصہ این کہ بہ علو مرتبت
خویش از عبارت معرا اند و از اشارت مبرا۔

استعفاء سرکشی کرنا اور طمح بھرنا یعنی مواہب اخبار
سے مشکل اور احاطہ عبارت سے بلند ہین خلاصۃ
کہ اپنے علو مرتبت کی وجہ سے عبارت سے معرا
اور اشارہ سے مبرا ہین۔

قولہ وَتَہَادَتْہَا الْاَرْوَاحُ بِدَلَالَۃِ التَّشَامِّ وَالْاِئْتِلَافِ وَکَرَعَتْ حَقَائِقُہَا مِنْ بَحْرِ الْاَلْطَافِ

اقول تہادت مشتق از تہادی بمعنی تحفہ دادن
چنانچہ در حدیث آمدہ تہادوا تحابوا یعنی تحفہ
دہید تا محبت افزاید و در بعضے حواشی
عوارف است بدان کہ تہادی فرستادن تحفہ
از جانبین و تشام بمعنی بوئیدن و در اصطلاح صوفیہ
مراد است از کشادن قلب طالب انفاس فطرۃ
را از صفائے باطن و کرع نوشیدن از رہ کذا فی المنتخب

تہادت تہادی سے مشتق ہے جس کے معنے تحفہ بھیجنے
کے ہین چنانچہ حدیث مین ہے کہ آپس مین تحفہ
دو تا کہ محبت بڑھے بعض حواشی عوارف مین ہے
کہ تہادی جانبین سے تحفہ بھیجنا اور تشام بمعنی سونگھنا
اور یہ اصطلاح صوفیہ قلب طالب کا کھولنا انفاس
فطرۃ کو صفائے باطن سے اور کرع مونھ سے پینا ۱۲ منتخب

معنی این کہ وہ ہمہ گرفتند آن مواہب را ارواح
در میان خود ہا بدولت کشو والفت زیرا کہ ارواح جنود
مجندہ اند آنچہ مقبول خاطر یابند بپذیرند و آنچہ منکر
بود نگیرند پس ایتلاف شان فیما بین تشام روحی
ونفس قدسی ست پس مواہب اصفیا ومنایح اولیا
مقربین از ہدایاے ارواح است فیما بین تشام
روحی ونفس رحمانی کہ تعلق ندارد بکسب وفکر قد علم
کل اناس مشربہم بیان آنست نوشیدند آن
ارواح از دریاے عنایت ربانی وانوار سبحانی نہ از
حس نفس وتصور عقل لانہ طور وراء طور العقل
وبعد ازین می فرماید

معنے یہ ہوے کہ ارواح اون مواہب کو باہمی تقسیم
بہ دولت کشو والفت لیتے ہین کیونکہ ارواح جنود مجندہ
ہین جو پسند خاطر ہوتا ہے لیتے ہین او جو ناپسند
ہوتا ہے نہین لیتے تو اون کی باہمی الفت تشام
روحی ونفس قدسی سے ہے تو مواہب اصفیا و
منایح اولیا مقربین باہمی ہدیہ روحانی ہے تشام روحی
ونفس رحمانی سے ہے جو کسب وفکر سے متعلق نہین
قد علم کل اناس مشربہم[1] اسی کا بیان ہے اور اون
ارواح نے دریاے عنایت ربانی وانوار سبحانی
سے نوش کیا نہ حس نفس وتصور عقل سے کیونکہ
یہ ایک طور وراے طور عقل ہے پھر فرماتے ہین

قوله وقد اندرس كثير من دقائق علومهم كما انطمس كثير من حقائق رسومهم

اقول اندراس کہنہ شدن انطماس محو شدن یعنی محو
گشت امروز بسیارے از باریکیہاے علوم شان
چنانکہ کہنہ شدند بمنزلہ نابود رسیدند بسیارے از
حقایق رسوم شان زیرا کہ ظاہر عنوان باطن است
و در ظاہر از آداب حقایق شان ہیچ باقی نیست
و تائید آورد بقول سلف و گفت۔

اندراس پرانا پڑ جانا انطماس مٹ جانا یعنی آج تو ان
اونکے علوم کی بہت سی باریکیان مٹ گئین جسطرح
بہت سے حقایق رسوم کہنہ وناپید ہو گئے کیونکہ
ظاہر عنوان باطن ہے اور بظاہر اون کے آداب
حقایق کچھ بھی باقی نہین اور قول سلف سے
تائید لا کر فرمایا۔

قوله وقد قال الجنيد علمنا هذا قد طوي بساطه منذ كذا سنة ونحن نتكلم في حواشيه

[1] بیشک جان لیا ہر شخص نے اپنے مشرب کو۔

وَهٰذَا الْقَوْلُ مِنْهُ فِيْ وَقْتِهٖ مَعَ قُرْبِ الْعَهْدِ بِعُلَمَاءِ السَّلَفِ وَصَالِحِي التَّابِعِيْنَ فَكَيْفَ هُنَا ذٰلِكَ مَعَ بُعْدِ الْعَهْدِ وَقِلَّةِ الْعُلَمَاءِ الزَّاهِدِيْنَ وَالْعَارِفِيْنَ بِحَقَائِقِ عُلُوْمِ الدِّيْنِ

پس تاسف میکند شیخ و میفرماید که قول جنید بغدادی
در وقت اوست با قرب زمان تابعین و این منقوض
نیست بقوله یقول الجاهل الخ زیرا کہ آن قول
بطریق انکار بود از علماء وقت و حرمان محض از حظوظ
نعمت وقت پس قول او و ما فقدوا بطریق رد
است و این بطریق تاسف و شک نیست که هر قدر
که جمال دین و کمال یقین در عہد نبوی و سلف صالح
بود بعد اوشان نماند پس تاسف کرد و این جایز است
و انکار جایز نہ چه او محروم میگرداند جہال را از نعمت
صوفیه و بے شک علماء امت قائم بحق اند پس
انکار نیست مگر حرمان محض و الحمد لله و چون
فارغ شد از مقدمات تالیف متوجه شد بسوی حق و گفت

یعنی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ تاسف کرکے فرماتے ہیں
کہ حضرت جنید بغدادی کا یہ مقولہ اپنے زمانے میں تھا
کہ جب زمانہ حضرات تابعین قریب تھا اور یہ اونکے
ارشاد یقول الجاہل کے خلاف نہیں کیونکہ وہ ارشاد
بطریق انکار علماء وقت سے اور حظوظ نعمت سے حرمان
محض ہونے کے تھا تو حضرت مصنف کا یہ قول کہ ما فقدوا تردید
ہے اور یہ تاسفا اور اسمیں شک نہیں کہ جسقدر جمال دین و
کمال یقین زمانہ نبوی صلعم و سلف صالح میں تھا وہ پھر
نہیں رہا لہذا تاسف جائز ہے انکار جائز نہیں کیونکہ وہ جاہلوں
کو نعمت صوفیہ سے محروم کردیتا ہے اور علماء امت قائم بحق کا
انکار بجز بدنصیبی کے اور کچھ نہیں جس سے بچنا چاہیے پھر
بعد تالیف مقامات خدا کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں

قوله وَاللّٰهُ الْمَأْمُوْلُ اَنْ يُّقَابِلَ جُهْدَكَ الْقَلِيْلَ بِحُسْنِ الْقَبُوْلِ

اقول مأمول مشتق از امل بمعنی امید و قلیل بضم و فتح اول
و قبول بفتح اول بر وزن مصدر شاذ است
و بضمتین نیز آمدہ کذا فی الصراح یعنی امیدوارم از حق که
کوشش قلیل مرا بجود و کرم او قبول کند با حسن قبول

مامول امل سے مشتق ہے جسکے معنی امید کے ہیں اور قلیل بضم و
فتح میم اندک اور قبول بفتح اول قبول کرنا اور اس وزن پر یہ مصدر
شاذ ہے اور ضمتین بھی آتا ہے صراح یعنی میں خدا سے اسکا امیدوار
ہوں کہ اوسکا جود و کرم میری اس قلیل کوشش کو بحسن قبول

خویش فانّهٗ علیٰ ذٰلک قدیرٌ۔

خاتمہ بعد ازین قدرے از حال مصنف ہم
توان دانست امام یافعی در القاب ےچنین نوشتہ
اوستاذ زمانہ فریدا وانہ مطلع الانوار منبع الاسرار
دلیل الطریقۃ ترجمان الحقیقۃ استاذ شیوخ الاکابر
الجامع بین علمی الباطن والظاہر قدوۃ العارفین
وعمدۃ السالکین العالم الربانی شہاب الدین ابو
حفص عمر بن محمد البکری السہروردی قدس اللہ
تعالیٰ سرّہٗ کنیت ایشان ابوحفص ولقب شیخ الشیوخ است
نسب شریفش بحضرت صدیق اکبر منتہی میگردد ولادت
باسعادت وے در ماہ رجب ۵۳۹ھ پانصد وسی ونہ
ہجری شد قطب زمان وغوث اوان وعالم عامل و فاضل
کامل بودند مذہب شافعی میداشتند ودر بغداد مشہور ترین
متاخرین بودند انتساب وے در طریقت بہ ابونجیب
سہروردی عم خود است وصحبت حضرت غوث الاعظم
سیدی محی الدین عبدالقادر جیلانی مشرف گشتہ فوائد
عظیم حاصل نمود وآنحضرت رضی اللہ عنہ در حق وے فرمود
یا عمر انت اٰخر المشہورین بالعراق وحضرت میفرمود کہ در شباب
بعلم کلام مشغول بودم وکتابے چند ازان یادگرفتم ومن

قبول کرے کیونکہ وہ اسپر قادر ہے۔

خاتمہ مختصر حال حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ
امام عفیف الدین اسعد یافعی یمنی مکی نے آپکے القاب
یون لکھے ہین اوستاد زمان فرید دوران مطلع انوار
منبع اسرار دلیل طریقت ترجمان حقیقت استاد شیوخ اکابر
جامع علم باطن وظاہر قدوۃ العارفین عمدۃ السالکین
عالم ربانی شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بکری سہروردی
قدس اللہ تعالیٰ سرہ آپکی کنیت ابوحفص اور لقب
شیخ الشیوخ ہے آپکا نسب شریف حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہم پرختم ہوتا ہے ولادت باسعادت
آپکی ماہ رجب ۵۳۹ھ پانسو انتالیس ہجری نبوی میں
ہوئی قطب زمان غوث اوان عالم عامل فاضل کامل
شافعی مذہب اور بغداد مین مشہور ترین متاخرین
تھے آپکو اپنے چچا حضرت شیخ ابونجیب سہروردی
سے طریقت مین انتساب تھا اور حضرت غوث الاعظم
سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رض کی صحبت بابرکت
سے بھی مشرف ہوکر فیضیاب ہوئے تھے حضرت غوث الاعظم نے آپسے فرمایا کہ
ای عمر تم آخر مشہورین عراق ہو آپ فرماتے تھے کہ مین جوانی مین علم کلام
مین مشغول تھا اور اسکی اکثر کتابین بھی مجھکو یاد تھین میرے چچا

مرا منع میکرد روزے ہمراہ او بزیارت حضرت شیخ عبد القادر
جیلانی رفتم مرا فرمود حاضر باش کہ پیش مردے میروم
کہ دل وے از خداے تعالے خبر میدہد و منتظر باش
برکات دیدار وے را چون نشستیم عمّ من عرض کرد
کہ یا سیدی این برادرزادہ من بعلم کلام مشغول است
ہر چند منع می کنم باز نمی آید حضرت فرمود اے عمر
کدام کتب حفظ کردۂ نام کتب عرض کردم او دست
خود بر سینہ من نہاد واللہ کہ یک لفظ از ان یاد نماند و از
علم لدنی مملو گشت آنچہ یافتم ببرکت او یافتم و ویرا تصانیف
است چون عوارف و رشف النصائح و اعلام الہدیٰ
فی عقیدۃ ارباب التقی وغیرہا و عوارف کتابیست لاجواب
باین جامعیت کتابے از متاخرین ننوشتہ و مجمع السلوک
مولفہ حضرت شیخ سعد خیرآبادی تعریفش این کتاب و شہرت
آنش در ہندوستان بتفصیل مرقوم است باید دید
عوارف دیگر مستطاب تصنیف کردہ ہر گاہ بر وا مشکل
شدے طواف خانہ کردے و طلب توفیق از حق کردے
حضرت مقتدایان دین مثل حضرت شیخ نظام الدین
اولیا محبوب الٰہی دہلوی و حضرت شیخ قطب الدین دمشقی
صاحب رسالہ مکیہ و حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی

اُس سے مجھکو منع فرمایا کرتے تھے ایک روز وہ حضرت شیخ
عبد القادر جیلانی رض کی زیارت کو چلے مین بھی اُنکے ساتھ تھا
مجھ سے فرمایا کہ خبردار رہو مین ایسے شخص کے حضور مین
جا رہا ہون جسکے دل کو خدا خبرین دیا کرتا ہے اور اوسکے
برکات زیارت کے منتظر رہنا جب ہم حاضر ہوے تو میرے چچا نے
عرض کیا کہ یا حضرت میرا بھتیجا علم کلام کا بڑا شایق ہے ہر چند
منع کرتا ہون نہین مانتا ہے حضرت نے مجھسے فرمایا کہ کون کون
کتابین یاد کی ہین مینے کتابون کے نام لیے حضرت نے اپنا دست
مبارک میرے سینہ پر پھیرا خدا کی قسم کہ پھر مجھکو ایک لفظ بھی
یاد نہ رہی اور میرا سینہ علم لدنی سے بھر گیا مینے جو کچھ پایا اونکی
برکت سے پایا عوارف و رشف النصائح و اعلام الہدیٰ
فی عقیدۃ ارباب التقی وغیرہ آپکی تصنیف ہین عوارف لاجواب
کتاب ہے متاخرین مین کسی نے ایسی جامع کتاب نہین لکھی مجمع السلوک
مولفہ حضرت مخدوم شیخ سعد خیرآبادی مین اسکی تعریف اور اسکا
ہندوستان مین آنا مفصل مذکور ہے آپ نے مکہ معظمہ مین
لکھا جب کوئی مشکل پیش آتی تھی تو طواف کرکے دعا مانگتے
تھے وہ حل ہو جاتی تھی حضرات مقتدایان دین مثل
حضرت شیخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی حضرت شیخ
قطب الدین دمشقی صاحب رسالہ مکیہ و حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی

وغیرہم از اساتذۂ خویش خواندہ و سند گرفتہ و مدار
کار خود برین کتاب داشتہ والحمد للہ کہ سند این
کتاب مستطاب در خاندان فقیر بوجہ وسایط قلیلہ
خود از نوادر شمردہ می شود و آن این کہ فقیر اجازت
و سماع او از والد ماجد خود می دارد و او شان از عم خود
و او شان از والد خود حضرت مولانا شاہ تراب علی
قلندر و او شان از والد خود حضرت عارف باللہ
شاہ محمد کاظم قلندر و او شان از حضرت پیر و مرشد
خود جناب کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی
و آنحضرت بطور اویسی از حضرت مصنف کتاب
سید اشتند ارباب طریقت از بلاد دور و نزدیک
استفتاہاے مسائل از و میکردند چنانچہ در نفحات
است کہ کتب الیہ بعضہم یا سیدی ان
ترکت العمل اخلدت الی البطالۃ وان عملت
اُدخلنی العجب فکتب الیہ فی جوابہ اعمل
واستغفر اللہ من العجب و در رسالۂ اقبالیہ
مذکور است کہ شیخ رکن الدین علاء الدولہ گفتہ
است کہ از شیخ سعد الدین حموی پرسیدند کہ شیخ
محی الدین ابن عربی را چون یافتی گفت بحر مواج

وغیرہ نے اپنے اوستادون سے پڑھکر سند لی اور اپنی تمام
امور کا مدار اسی کتاب پر رکھا اور خدا کا شکر ہے کہ اس
کتاب مستطاب کی سند میرے خاندان مین بھی بوجہ
کم واسطون کے ایسی ہے جو نہایت نادر سمجھی جاتی ہے اور
وہ اس طرح کہ مین نے اسے اپنے والد ماجد سے پڑھا اور
اجازت لی اور اونھون نے اپنے چچا سے اور اونھون نے اپنے
والد سے اور اونھون نے اپنے والد حضرت عارف باللہ
شاہ محمد کاظم قلندر سے اور اونھون نے اپنے پیر و مرشد حضرت
کلید عرفان شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے اور اونھون نے
اویسیا حضرت مصنف کتاب سے اجازت لی اور ارباب
طریقت دور و نزدیک شہرون سے آپ سے مسائل پوچھا
کرتے تھے چنانچہ نفحات مین ہے کہ بعضون نے آپ کو
لکھا کہ یا حضرت اگر مین عمل چھوڑ دیتا ہون تو بیکار
مین رہ جاتا ہون اور اگر عمل کرتا ہون تو عجب مجھ مین
آ جاتا ہے آپ نے جواب مین لکھا کہ عمل کر اور اللہ سے
عجب پر استغفار کر۔ رسالہ اقبالیہ مین ہے کہ شیخ رکن الدین
علاء الدولہ نے فرمایا کہ شیخ سعد الدین حموی سے لوگون
نے پوچھا کہ آپ نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی
کو کیسا پایا فرمایا کہ دریاے ناپید اکنار ہین

لانهایة له گفتند که شیخ شهاب الدین را چگونه
یافت نور متابعة النبوی فی جبین السهروردی
شیء آخر انتهی و پوشیده نماند که اقوی بودن
این تعریف نظر بمفهوم صحیح است زیرا که ازین تعریف
نفی متابعت مفهوم نمی گردد پس تواند بود که باوجود یکه
بحر حقایق است در کمال متابعت بوده باشد
بلکه بے کمال متابعت بحر حقایق نمی تواند بود
والله اعلم۔ از خلفاے ایشان حضرت نور الدین
مبارک غزنوی۔ و حضرت بهاء الدین زکریا ملتانی
و شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازی و شیخ
حمید الدین ناگوری و از جمله مسترشدان شیخ
سعدی شیرازی بود۔ وفات وے در غرهٔ محرم
سنه ۶۳۲ شش صد و سی و دو است و مزار مبارک
درون شهر بغداد است و عمر شریف نود و سه سال بود
والحمد لله علی ما اعاننی فی تسوید هذا
الشرح فقط

پھر پوچھا اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو
فرمایا کہ نور متابعت نبوی سہروردی کی پیشانی میں
اور ہی چیز ہے۔ مخفی نہ رہے کہ اس تعریف کا زیادہ
قوی ہونا بنظر مفہوم صحیح ہے کیونکہ اس سے حضرت
شیخ اکبر کی نفی متابعت نہیں پائی جاتی ممکن ہے
کہ وہ بھی باوجود بحر حقایق ہونے کے متابعت میں
بھی کامل ہوں بلکہ بلا کمال متابعت بحر حقایق ہو نہیں
سکتے۔ آپ کے خلفا میں حضرت سید مبارک غزنوی
اور حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی۔ اور حضرت
شیخ نجیب الدین علی برغش شیرازی۔ اور حضرت شیخ
حمید الدین ناگوری قدست اسرارہم ہیں۔ اور منجملہ
مسترشدین حضرت شیخ سعدی بھی تھے آپکی وفات
غرہ محرم سنہ ۶۳۲ ہجری میں ہوئی۔ عمر شریف ترانوے ۹۳
سال کی ہوئی مزار مبارک اندرون شہر بغداد ہے
خداوند عالم کا شکر ہے جس نے مجھکو یہ شرح لکھنے
کی توفیق عطا فرمائی۔

باہتمام محمد قادر بخش مالک مطبع اصح المطابع تھوی ٹولہ لکھنو
اس کارخانہ میں ہر قسم کا رنگین ملان کا کام بکفایت چھپ سکتا ہے اور حسب منشا دیا جاتا ہے۔ خاکسار
سے پبلک واقف ہے